دیکھا نہ کوہ کن کوئی فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے فن کوئی استاذ کے بغیر

میرے محسنین

یعنی میرے ان اساتذۂ کرام کا ذکر خیر
جواب اس دنیا میں نہیں ہے

مرتب

عبد السلام ابراہیم مارویا، لاجپوری
خادم مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

نام کتاب۔ میرے محسنین

یعنی میرے ان اساتذۂ کرام کا ذکر خیر جواب اس دنیا میں نہیں ہے

مصنف۔ عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری

مقیم۔ اسٹامفورڈ ہل، لندن

صفحات۔ ۳۲۱

تعداد۔ ۵۰۰

قیمت۔ مطالعہ، عمل ودعا

طباعت۔

ناشر۔ مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت

(۲) مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت

(۳) مولوی عبداللہ انصاری، موبائل: 9898926717

(۴) صالح کتاب سینٹر، نوساری، موبائل: 9824741280

(۵) عبدالسلام لاجپوری، لندن، موبائل: 07877937731

علم دل کا سرور ہوتا ہے
چشم مینا کا نور ہوتا ہے
علم سے دور ہوتا ہے رنج و غم
اور حاصل دل کو سرور ہوتا ہے

استاذ طلباء کے حق میں ہوتا نعمت ہے
ہوتی ان سے حاصل دین کی دولت ہے
جو طلباء کرتے ہیں استاذ کا احترام
خوش ہوتا ان سے اللہ رب العزت ہے

(سلام لاچپوری)

جو علم کا علم ہے استاذ کی عطا ہے
ہاتھوں میں جو قلم ہے استاذ کی عطا ہے
جو فکر تازہ دم ہے استاذ کی عطا ہے
جو کچھ کیا رقم ہے استاذ کی عطا ہے

اساتذۂ کرام

ہے ہمارے محسن اساتذۂ کرام
کرو دل سے ان کا احترام
لیتے رہو ان سے دعا اور رہنمائی
خدا نے بخشا ہیں ان کو عالی مقام
سکھاتے ہیں وہ ہمیں اچھے برے کی پہچان
نہیں ادا ہوسکتا زندگی بھر ان کا احسان
رہتا ہے زبان پر ان کی قال اللہ و قال الرسول
ہوں گے ان سے کتنے خوش اللہ و رسول
نہ ہوتے وہ تو کیسے کرتے علم کا حصول
رہتے ان پڑھ کر رہے ہوتے کار فضول
بتایا انہوں نے ہوا کیسے قرآن کا نزول
ہوتا رہے ان پر رحمتوں کا نزول
کرتے ہیں وہ معمولی تنخواہ پر گذارا
ہوتا ہے جس سے بمشکل ان کا گذارا
ان کی محنت سے ہے عالم میں دین کا چرچہ
ہے دین میں ان کا اعلی درجہ

خدا سب کی خدمات کرے قبول
ہو ان سے راضی خدا اور خدا کے رسول

(سلام لاچپوری)

مولانا عبد الخالق پٹیلؒ

پیکرِ محبت شخصیت

خوش خلقی

اثنان لا تذکرهما ابدا

معاف کرنے کا مطلب

خوش نصیبی

مسلمانی در کتب، و مسلماں در گور

بےضرر شخصیت

یاد

ایک اہم خوبی

شفقت

تب ان کو پتہ چلے گا

رعب سے کام چلائے

ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں

غصہ میں بچوں کو نہ مارا جائے

چاہت

شہرت تو جنازے کے دن پتہ چلے گی

احساس

حضرت مولانا ابوبکر ولی اللہ

حضرت مولانا محی الدین قاضیؒ

حضرت مفتی عارف حسن عثمانیؒ

مولانا محمود شبیر راندیریؒ

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والاؒ

حضرت مفتی یعقوب اشرفؒ

قاری عبد الحق صاحبؒ

نسبت

پیدائش

تعلیم

تربیت

سنجیدگی

صدر مدرسی

خلافت

ایام زندگی کے چند اوراق

کشکول

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے

ہو گئے عالم فانی سے رخصت

عالی اخلاق

معمول

سر تسلیم خم ہے

خواہش

اسٹیج کی زینت

اناؤنسر

مفتی محمد کلیم صاحبؒ

درس نظامی کی تمام کتب پڑھائی ہے....

خصوصیات مشکوۃ

تذکرۂ یوسف

میں نے تجوید کی کتاب بھی پڑھائی ہے

احتیاط

گلے کی آس

شیخ سے عقیدت اور ان کا ذکر خیر

معمول

حدیث شریف پڑھانے کی برکت

مقصد سے لگن

وقت کی قدر

بہترین ساتھی

فتاوی رحیمیہ کی تیاری

مومن کی دل جوئی بھی نیکی ہے

مطالعہ

کبھی کبھی دل دگی کی باتیں بھی کرتے تھے

مہارت

قاری یونس لمباڈاؒ

خوشبو کو پسند فرماتے تھے

پانی پینے کا انداز

چائے نوشی کا منفرد انداز

منصب امامت

شیخ اجمیریؒ سے خوب عقیدت تھی

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

دوران درس سنے ہوئے کچھ اشعار

انتقال

تاثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى، امابعد!

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان جب اس دنیائے رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے بالکل کمزور اور بے بس ہوتا ہے، نہ تو اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے نہ اپنی تکلیف دور کرسکتا ہے، اور نہ اپنے راحت و آرام کے اسباب مہیا کرسکتا ہے، ہر چیز میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، اسے اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے نہ نفع ونقصان کا پتہ ہوتا ہے۔

وہ آنکھیں کھولتا ہے تو ماں کی شفقت بھری گود ہی اس کی پوری کائنات ہوتی ہے، یہی اس کی تعلیم وتربیت کا پہلا مدرسہ بھی ہوتا ہے، ماں کی آغوش میں بچہ پرورش پاکر پروان چڑھتا ہے تو یہاں سے اس کی تعلیم وتربیت شروع ہوتی ہے، اگر ماں دیندار اور پابند شرع ہوتی ہے تو اولاد کے اندر بھی دین آنا شروع ہوتا ہے، اگر ماں نمازی ہے تو بچہ نمازی بنے گا، ماں عبادت گذار ہے تو بچہ بھی عبادت گذار بنے گا، بچہ ہر چیز میں والدین کی نقالی کرتا ہے، گھر کے ماحول سے اسے تعلیم ملنی شروع ہوتی ہے، پھر جب بڑا ہو جاتا ہے چلنے پھرنے اور بولنے لگتا ہے تو اسے تعلیم کے لئے کسی استاذ کے حوالے کیا جاتا ہے، مکتب جانے لگتا ہے اور مکتب سے دین کی بنیادی تعلیم حاصل کرتا ہے، اس طرح اس کا باقاعدہ علمی سفر شروع ہوتا ہے، پھر آگے چل کر حافظ قرآن اور عالم دین بنتا ہے، جیسے جیسے آگے بڑھتا ہے کتابیں بدلتی ہیں اساتذہ بدلتے ہیں، علم کے میدان

کے اس طویل سفر کو یوں طے کرتے ہوئے کئی ماہر فن اساتذہ اور مشائخ سے کسب فیض کرتا ہوا ان کی دعائیں لیتا ہوا اس قابل بنتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے اندر بھی صلاحیت اور خوبیاں پیدا فرما دیتے ہیں، یہ علمی سفر کا ایک مختصر اور اجمالی خاکہ ہے۔

رفیق مکرم، یار باوفا مولانا عبد السلام ماروپا لاجپوری نے اپنے علمی سفر میں مکتب سے لے کر فراغت تک جتنے اساتذہ سے علم دین حاصل کیا ان میں جو اساتذہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے یعنی انتقال ہو گیا ہے ان کے مختصر حالات، ان کی خوبیاں اور اوصاف حسنہ کو اس کتاب میں جمع کیا ہے، ویسے تو سینکڑوں شاگرد ہوتے ہیں لیکن جن کے دلوں میں اساتذہ کی قدر و محبت، اکرام و عظمت اور ان کے احسانات کا احساس ہوتا ہے وہ ہی اساتذہ کو یاد رکھتے ہیں، چاہے وہ کتنے بڑے مقام پر پہنچ جائے، طلباء کی علمی ترقی دراصل اساتذہ کی محنتوں اور دعاؤں کا صلہ ہوتی ہے، اساتذہ رات دن مطالعہ کر کے پڑھاتے ہیں، سمجھاتے ہیں، تربیت کرتے ہیں، جیسے والدین اپنی اولاد کی ترقی اور کامیابی کے لئے دن رات محنت کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں ویسے ہی اساتذہ بھی شاگردوں کی علمی ترقی کے لئے دن بھر پڑھانے کے ساتھ ان کی تربیت کا بھی خیال رکھتے ہیں، نیز اپنی آہ سحر گاہی میں طلباء کے لئے دل کی کڑھن کے ساتھ دعائیں فرماتے ہیں، یہی چیز پھر شاگردوں کی علمی و روحانی ترقی کو چار چاند لگا دیتی ہے۔

رفیق مکرم نے اساتذہ کے حالات کو نظم و نثر دونوں طرح اجاگر کیا ہے، یہ ایک شاگرد کی اپنے اساتذہ سے یقیناً سچی محبت اور قدر دانی کی بہترین مثال ہے، دنیا میں

ایسے بہت سے شاگرد مل جائیں گے جنہیں اپنے اساتذہ کے نام تک یادنہیں، اور اساتذہ بھی ربط وتعلق نہ ہونے کی بناپر ایسے شاگردوں کو بھول جاتے ہیں۔

رفیق مکرم نے اساتذہ کے حالات کو قلمبند فرما کر دوبارہ ان کو زندہ کردیا ہے، یہ کتاب قدردان اور باوفا شاگرد کے محبت اور دلی جذبات کا ایک قیمتی مجموعہ ہے، جسے پڑھ کر دوسرے شاگردوں کے دلوں میں بھی اپنے اساتذہ کی قدر پیدا ہوگی، ان شاء اللہ تعالی۔

اللہ تعالی رفیق مکرم کی کاوش کو شرف قبولیت بخشے، خودان کے لئے والدین اور جملہ اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، کتاب کو عند اللہ وعند الناس مقبولیت سے نوازے، تالیف وتصنیفی میدان میں مزید زورقلم عطا کرے، دین کے ہر شعبہ میں اللہ تعالی مفید و نفع بخش کام لیتا رہے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(مفتی) آصف بلبلیا لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ

خادم جامعۃ الکوثر لاجپور، سورت، گجرات، انڈیا

از: مرتب

غم کھا کر خوشی دیتے ہیں وہ
دل جلا کر روشنی دیتے ہیں وہ
پاک پیشہ ہے معلم نام ہے
کرنا دینی بیداری ان کا کام ہے
اخلاق کی بنیاد اٹھاتا ہے مدرس
انسان کو انسان بناتا ہے مدرس

استاذعظیم راہ نما ہے

استاذ کا پیشہ انتہائی مہذب اور ذمہ دارنہ ہے، استاذ سے ہم دین سیکھتے ہیں، استاذ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ حضرت علیؓ کے ملفوظ سے لگایئے فرمایا کہ جس نے مجھے ایک لفظ بھی سکھایا اس نے مجھے غلام بنالیا، اب چاہے وہ مجھے فروخت کردے، چاہے غلام بنالے ،استاذ ایک ایسا چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے، استاذ وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن ،مہر و محبت اور دوستی کا پیغام پھیلاتا ہے، استاذ ایک ایسا رہنما ہے جو انسان کو گمراہی سے نکال کر صحیح منزل کی جانب گامزن کرتا ہے۔

کڑوا سچ

تاریخ گواہ ہے جس قوم نے بھی استاذ کی قدر کی وہ دنیا میں سربلند و سرفراز

ہوئی،اور جس قوم نے اساتذۂ کرام کی قدر نہ کی وہ ذلت وپستی کا شکار ہوئی،آج امت مسلمہ کا حال دیکھ لیجئے،کہیں کہیں خال خال اساتذۂ کرام کی قدر کی جاتی ہے ورنہ ہر جگہ ناقدری کا بازار گرم ہے،اور ناقدری ہر اعتبار سے ہے،عزت واحترام دینے کا معاملہ ہو یا تنخواہ کا،ہر چیز میں ناقدری انتہا اور چرم کو پہنچی ہوئی ہے،اسی کا نتیجہ ہے کہ گجرات کے طلباء اعلی دینی علوم کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے،یہ سب ہماری غفلت وبے توجہی اورانانیت کا نتیجہ ہے،گجرات کے مدارس میں جاکر معائنہ کیجئے گجرات کے طلباء کتنے ہیں؟ یہ سب مدرس اور ائمہ مساجد کی ناقدری کا نتیجہ ہے ،اگر اب بھی نہ جاگے تو............اللہ تعالی حضرات منتظمین اور متولیان مساجد کو دین کے خدام کی ہر اعتبار سے صحیح قدر دانی ان کے مقام ومرتبہ کو پہچاننے اوران کو واجب حق الخدمت دینے کی کہ جس سے ان کا بآسانی گذر بسر ہو سکے توفیق مرحمت فرمائے،نیز اساتذۂ کرام کو بھی اپنا مقام پہچاننے کی توفیق بخشے،آمین۔

انما بعثت معلما

اساتذۂ کرام کی اس سے بڑی فضیلت کیا ہوگی کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ ’’انما بعثت معلما،،میں تمہارے درمیان معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں،نیز فرمایا کہ’’خیر کم من تعلم القرآن وعلمه،،تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے،،

دعائیہ کلمات

بندہ اپنے تمام اساتذۂ کرام کا دل سے ممنون وشکر گزار ہیں کہ انہوں نے مجھ جیسے کندۂ ناتراش کو اس قابل بنایا کہ کچھ لکھ پڑھ سکے، دین کا کام کر سکے، اللہ تعالی ان کو اس کا اپنی شایان شان بدلہ عنایت فرمائے، کتاب میں بندے نے چندان اساتذۂ کرام کا مختصر ذکر خیر پیش کیا ہے جواب اس دنیا میں نہیں ہے، باری تعالی کی آغوش رحمت میں پہنچ چکے ہیں، اللہ تعالی تمام کی بھر پور مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے اوران کی تمام دینی خدمات کوشرف قبولیت بخشے، آمین۔

گزارش

انسان خود کمزور ہے اس لئے اس کا ہر کام کمزوری وکوتاہی لئے ہوتا ہے، اس کتاب میں بھی اس کا امکان ہی نہیں بھر پور امکان ہے، اس لئے قارئین سے دست بستہ درخواست ہے کہ جو غلطی بھی نظر آئے اس سے بندے کو ضرور مطلع کرے، عنایت ہوگی، یہ چنداوراق جو سیاہ کر پایا وہ سب اللہ کا کرم اساتذہ کی محنت وتوجہ اور والدین کی دعا کا اثر ہے، اس میں بندے کا کوئی کمال نہیں ہے۔

کیا فائدہ فکر کم و بیش سے ہوگا
ہم کیا ہے جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے اس کے
جو کچھ ہوگا اسی کے کرم سے ہوگا

درس گاہوں میں جو یہ استاد ہوتے ہیں
حقیقت میں یہی تو قوم کی بنیاد ہوتے ہیں
یہی رکھتے ہیں شہر علم کی ہر راہ کو روشن
ہمیں منزل پہ پہنچا کر کتنا شاد ہوتے ہیں
برستے ہیں ساون کی طرح پیاسی زمینوں پر
انہیں کے فیض سے اجڑے چمن آباد ہوتے ہیں
اگر روحانیت سے باہمی رشتہ جڑے واصف
تو پھر شاگرد بھی استاد کی اولاد ہوتے ہیں

موت

سب کو اک دن موت کا پیام آنا ہے
جو جہاں میں آیا اسے یہاں سے جانا ہے
زندگی کا سفر ویسے تو لگتا سہانا ہے
موت کو تو چاہئے ہوتا بس کوئی بہانا ہے
فانی زندگی کا بسلام. بس اتناسا فسانہ ہے
سانس ہو بند اور آدمی افسانہ ہے

(سلام لاجپوری)

موت سے کس کو مفر ہے
وہ سب کا ہم سفر ہے
موت سب کو آنی ہے
یہ جہاں جہان فانی ہے
کوئی آج گیا کل کسی کی باری ہے
روز رہتا موت کا سفر جاری ہے

ہو چاہے ان پڑھ یا کوئی دانا
سلام سب کو ہے دنیا سے اک دن جانا

(سلام لاجپوری)

اللہ تبارک وتعالی نے ہر انسان کو اس دنیا میں ایک خاص وقت تک کے لئے بھیجا ہے، انسان یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا ہے اور نہ کوئی ہمیشہ رہ سکتا ہے، انسان دنیا میں آنے میں بھی اللہ تعالی کا محتاج اور جانے میں بھی محتاج ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے
بشر کو بھی چاہئے کہ خیال قضا رہے
سلام یہ بات یاد اسے سدا رہے

قرآن کریم کا اٹل فیصلہ ہے ''کل نفس ذائقة الموت،، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، چاہے وہ کوئی ہو، دنیا میں ہر دن انسانوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔

کندہ کسی کا نگینہ پہ نام ہوتا ہے
کسی کا عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرائے فانی ہے دنیا کہ شام و سحر
کسی کا کوچ اور کسی کا مقام ہوتا ہے

یہ عالم خوشی وغمی کا مجموعہ ہے، کبھی خوشی کا عالم ہے تو کبھی غمی کا، کوئی کسی واقعہ پر

خوش ہورہا ہوتا ہے تو کوئی غمگین اور رورہا ہوتا ہے۔

خدا جن کو عیش دیتا ہے وہاں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

موت کے تعلق سے یہ باتیں اس لئے تحریر کی کہ اس کتاب میں ان اساتذہ کرام کا تذکرہ ہے جو اس فانی جہاں کو چھوڑ کر اللہ تعالی کو پیارے ہو چکے ہیں۔

نوٹ۔اساتذۂ کرام کے تذکرہ سے پہلے ان مکاتب و مدارس کا مختصر تذکرہ ہے جہاں بندے نے تعلیم حاصل کی ہے۔

اب خوشی ہے نہ کوئی درد رلانے والا
ہم نے اپنا لیا ہے ہر رنگ زمانے والا
اک مسافر کے سفر جیسی ہے سب کی دنیا
کوئی جلدی میں کوئی دیر سے جانے والا

(ندافاضلی)

ہے تذکرہ ان مکاتب و جامعات کا
جو ہے مرکز دینی و علمی معلومات کا

(سلام لاچپوری)

بندے نے جن مکاتب و جامعات میں تعلیم حاصل کی ان کا منظوم ذکر

مدرسہ اسلامیہ، کفلیتہ

مکتب کی تعلیم کا جہاں سے کیا آغاز تھا
استاذ جی کا بڑا پیارا تدریسی انداز تھا
استاذ جی نے جب تک نہ سکھایا ا ب ت تھا
بندے کے لئے تو یہ حروف بس اک راز تھا
خدا بستی اور مکتب کو سدا آباد رکھے
اور سدا سر سبز و شاداب رکھے
سلام کی ہے یہ بھی چاہت خدا پوری کرے
مکتب دن دونی رات چوگنی ترقی کرے

(سلام لاجپوری)

مکتب میں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) حضرت حافظ یوسف پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ

(۲) حضرت مولانا عبدالخالق پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ

(۳) حضرت مولانا بشیر ڈیگیہ کفلیتوی دامت برکاتہم العالیہ

مدرسہ اسلامیہ، لاجپور

لاجپور میں قائم جو مکتب قرآنیہ ہے
نام اس کا مدرسہ اسلامیہ ہے
دی جاتی ہے طلباء کو دینی تعلیم
ہوتی جس سے مضبوط قوت ایمانیہ ہے
یہاں پڑھے کئی طلباء ہوئے عالم دین
یہ سب فیض فیض مدرسہ اسلامیہ ہے
ہے دعا سلام کی یہ خدمت دیں کرتا رہے
اور علمی میدان میں آگے بڑھتا رہے

(سلام لاجپوری)

بندے کو مکتب ہذا میں حضرت قاری عبد الحق صاحب دیوان (صوفی) رحمہ اللہ اورالحاج اسماعیل بن مولانا مرغوب کٹھرادا المعروف بہ بھائی میاں نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔

جامعہ ڈابھیل

سرزمین گجرات کے دارالعلوم دیوبند کہے جانے والے جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل میں بندے نے پانچ سال تعلیم حاصل کی، حفظ قرآن کریم از اول تا آخر استاذ مکرم حضرت مولانا وصی الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ سے کیا، اور فارسی اول اور دوم (نصف سال) کی تعلیم بھی جامعہ ہی میں حاصل کی، جامعہ میں جن اساتذۂ کرام کے سامنے شرف تلمذ تہہ کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی یوسف ہانس سملکی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت کے پاس درجہ حفظ کے داخلہ کا امتحان دیا تھا، اس وقت حضرت درجہ حفظ کے استاذ تھے، اسی سال حضرت کا فارسی اول کی تدریس کے لئے انتخاب عمل میں آیا تھا، درجہ فارسی اول حضرت سے پڑھا ہے۔

(۲) حضرت مولانا وصی الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ پورا قرآن کریم حفظ کیا۔

(۳) قاری عبدالرحمٰن صاحب بزرگ (نانا) دامت برکاتہم العالیہ فارسی اول میں درجہ تجوید آپ کے پاس پڑھا۔

(۴) قاری اشرف صاحب کوکنی، درجہ حفظ کے تجوید کے استاذ۔

(۵) قاری یوسف صاحب وانکانیری دامت برکاتہم العالیہ درجہ حفظ کے تجوید کے استاذ۔

(۶) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر سورتی دامت برکاتہم العالیہ درجہ فارسی دوم کے استاذ۔

اللہ تعالی تمام اساتذہ کا سایہ عاطفت تا دیر بعافیت قائم رکھے، آمین

رہے وہ سلامت ہزار برس
ہر برس کے ہو دن پچاس ہزار

جامعہ ڈابھیل کے تعلق سے منظوم کلام

ہے جامعہ ہمارا مرکز ایمانی
احمد بھام کی ہے علمی نشانی
یہیں سے کیا ہے احقر نے حفظ قرآنی
ہے آج بھی تازہ وہ یادیں پرانی
دی جاتی ہے یہاں عمدہ تعلیم قرآنی
ہے سب اساتذہ عالم ربانی
ہوتی ہے صبح و مساء یہاں تلاوت قرآنی
آتے ہیں نظر سب چہرے نورانی
برستا رہے یہاں سدا فضل رحمانی
ہے یہاں میسر طالب کو ہر آسانی
سمجھایا جاتا ہے یہاں فقہ نعمانی
رہ چکے ہیں یہاں مدرس انور و عثمانی
ہے دعا سلام کی باغ احمد رہے سلامت
نہ لگے اسے بری نظر،نہ نظر شیطانی

مفتاح العلوم،تراج

مفتاح العلوم تراج،سورت، گجرات میں ایک چھوٹے سے قریہ میں قائم ہے،اس کی بنیاد فخر گجرات حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجویؒ نے رکھی تھی،حضرتؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ از ہر ہند،ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں سرزمین گجرات سے تعلق رکھنے والے مدرس اول تھے،گذشتہ چندسالوں سے ورۂ حدیث تک کی تعلیم ہورہی ہے،بندے نے درجہ عالمیت کے دوسال ''فارسی اول اورعربی اول،،کی تعلیم مدرسہ ہذا میں حاصل کی ہے،فارسی دوم کا درجہ یہاں پرنہیں ہے۔

مفتاح العلوم میں جن اساتذۂ کرام سے علمی فیض حاصل کیاان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی امین صاحب اورنگ آبادی رحمہ اللہ

(۲) حضرت مولانا شعیب صاحب ویسموی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب بہاری دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا قاری نظام الدین صاحب ارنالوی دامت برکاتہم

احقر نے مادر علمی کے تعلق سے جو منظوم کلام تحریر کیا تھا وہ پیش خدمت ہے۔

مفتاح العلوم میں ہے قائم علمی بہار

مفتاح العلوم میں ہے قائم علمی بہار
ہوتا ہے درس قرآن و حدیث لیل و نہار
یہ علمی چمن ہے فخر گجرات کی یادگار
تھے مرحوم جید الاستعداد متقی و پرہیزگار
کیا جس وقت بندے نے علمی حصول
تھے مدیر بھائی امین تھی نظامت شاندار
کرتے تھے اساتذہ خوب محنت
ہے دل میں موجود ان کی عظمت
خدا تمام کو جزائے خیر عطا کرے
اور عطا اپنی خوشنودی و رضا کرے

دار العلوم اشرفیہ،راندیر

دارالعلوم اشرفیہ، راندیر قدیم ومشہور دینی دانش گاہ ہے، ام المدارس دار العلوم دیوبند کے قیام کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، دار العلوم دیوبند کا قیام ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں عمل میں آیا تھا، دار العلوم اشرفیہ، راندیر کا قیام ۱۲۸۶ھ میں عمل میں آیا یعنی دار العلوم دیوبند کے قیام کے تین سال بعد، استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانیؒ فرماتے تھے کہ دار العلوم اشرفیہ کا قیام کونسے سال عمل میں آیا اس کو یادرکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے جتنی حدیثیں مروی ہیں وہ عدد یاد رکھا جائے"۱۲۸۶"۔

بندے نے دارالعلوم اشرفیہ میں عربی دوم سے لیکر عربی پنجم تک چار سال تعلیم حاصل کی ہے، دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث ہونے کا شرف بندے کی سرزمین لاجپور کے ایک سپوت کے حصہ میں آیا ہے، ان کا اسم گرامی ہے"حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحبؒ"، ایک طویل عرصہ آپ نے دارالعلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا ہے، آپ کے درس میں جامعہ حسینیہ راندیر کے مایہ ناز استاذ ومفتی حضرت مولانا مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ نے جامعہ حسینیہ سے ایک سال کی رخصت لے کر شرکت فرمائی تھی، اس سے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یادیں اس کی دل میں بستی ہے

باغ اشرف مری مادر علمی ہے
یادیں اس کی دل میں بستی ہے
ہر صبح علمی محفل سجتی ہے
اور فضا قال اللہ سے گونجتی ہے
ہے مسجد بڑی دیدہ زیب
جو نگاہوں میں خوب جچتی ہے
اور قال الرسول کے نغموں سے
دل کی دنیا چمکتی ہے
اساتذہ کی پیاری پیاری باتیں
کانوں میں رس ایمان کا گھولتی ہے
علم فقہ پر ہوتا ہے جب کلام
فقہ کی باریک گتھیاں سلجھتی ہے
نورانی ماحول میں وقت گذاری سے
دین سے محبت بڑھتی ہے
احمد اشرف کی آتی ہے یاد
تو یعقوب کی الفت رلاتی ہے

ہو اساتذہ کے علم و عمل میں برکت
نصائح ان کی راہ راست دکھاتی ہے
ہے دعا اشرف کی باغ اشرف آباد رہیں
تمام خدام فکر و غم سے آزاد رہیں

دارالعلوم میں جن اساتذۂ کرام سے علمی فیض حاصل کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر سورتی دامت برکاتہم العالیہ

(۲) حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا حیدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا حسین صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

(۵) حضرت مولانا ایوب صاحب سیدھپوری دامت برکاتہم العالیہ

(۶) حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب رحمہ اللہ

(۷) حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی رحمہ اللہ

(۸) شیخ الحدیث قاری رشید احمد صاحب اجمیری دامت برکاتہم العالیہ

(۹) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ

(۱۰) حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری نور اللہ مرقدہ

(۱۱) حضرت مفتی محمد اکرام الدین صاحب پاتوڑوی دامت برکاتہم العالیہ

(۱۲) حضرت مولانا قاری یونس صاحب پانولوی رحمہ اللہ

(۱۳) حضرت مولانا محی الدین صاحب المعروف بہ قاضی ماماراندیریؒ

(۱۴) حضرت مولانا سلیمان صاحب منوبری دامت برکاتہم

جامعہ حسینیہ، راندیر

راندیر میں دو دارالعلوم ہیں دارالعلوم اشرفیہ اور جامعہ حسینیہ، یہ وہی ادارہ ہے جس میں فقیہ العصر، سید السادات، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ نے درجہ عالمیت کی تعلیم مکمل کی تھی، بندے نے جس زمانہ میں جامعہ میں تعلیم حاصل کی اس وقت مہتمم تھے حضرت مولانا اسماعیل ملا (موٹا) رحمہ اللہ، مرحوم کے دو عمل بڑے مشہور تھے، (۱) راندیر کے عید گاہ میں نماز عیدین کا خطبہ (۲) نکاح خوانی، بندہ کا نکاح بھی مدرسہ اسلامیہ، صوفی باغ، سورت کی شاخ جوراپورہ میں ہے اس میں حضرتؒ نے ہی پڑھایا تھا، نکاح سے پہلے محبوب العلماء والصلحاء حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کا پر مغز بیان ہوا تھا۔

بندے نے جامعہ میں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا تھا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب واڈی والاؒ

(۲) حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیریؒ

(۳) حضرت مولانا خالد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا قاسم صاحب کاٹھیاواڑی دامت برکاتہم العالیہ

(۵) حضرت مفتی عقیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۶) حضرت مولانا غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بہتا یہاں علم کا دریا ہے

راندیر نیک لوگوں کا قریہ ہے
بہتا جہاں علم کا دریا ہے
اک کا نام ہے اشرفیہ
دوسرے کا نام حسینیہ ہے
اساتذہ نے یقین کے جو بیج بوئے تھے
دور فتن میں اسی نے ایمان بچایا ہے
اے مادر علمی رہیں گے ترے مقروض ہم
تو نے ہی دل کی دنیا میں کیا اجالا ہے
ہے تو امیدوں کا محور و مرکز
اور علمی دنیا کا روشن منارا ہے
سلام کی ہے دعا جامعہ کا فیض عام ہو
علمی دنیا میں خوب اس کا نام ہو

جو بھی اساتذۂ کرام ہے
سب لائق صد احترام ہے
سکھانا دین بچوں کو ان کا کام ہے
کرتے وہ ملت پر عظیم احسان ہے
خدا دارین میں ان کو بہتر صلہ عطا کرے
سلام کی یہ دعا مقبول خدا کرے

(سلام لاچپوری)

آئیں گے اساتذہ یاد تاحیات
نہ بھولیں گے کبھی ان کی تعلیمات

جوآرام طلب ہوتاہے علم کی دولت کھوتا ہے
جو ہوتاہے علم کا طالب وہ رات کو دن کر دیتا ہے

(سلام لاچپوری)

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے سلام
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں

(ناصر کاظمی بتغیر)

اساتذۂ کرام

داغ فرقت کا دے گئے
جدا وہ ہم سے ہو گئے
اب نہ ہوگی اس عالم میں ملاقات
تا عمر رہے گی ساتھ ہمارے ان کی یاد

(سلام لاجپوری)

حافظ یوسف پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ، سابق مدرس، مدرسہ اسلامیہ کفلیتہ

استاذ اول

تھے مکتب کے استاذ اول
آتے تھے مدرسہ میں سب سے اول
مدرسہ کا وقت ہو جانے پر بجاتے تھے بیل
تا کہ بچوں کے آنے میں ہو نہ جائے دیر
تھا چہرہ نورانی و پر نور
فضولیات سے رہتے تھے سدا دور
تھی مزاج میں عاجزی و انکساری
جس سے ہوتی ہے راضی کبریائی
صف اول کے تھے نمازی
خدا کی رضا میں رہتے تھے راضی
تھے طبیعت کے بڑے نرم مزاج
ہے ہمیں ان پہ بڑا ناز
تدریس میں کرتے تھے پٹائی سے پرہیز
اسی طرز پر پہنچایا دینی فیض
تھا تدریس کا بڑا نرالا انداز
بچوں کی کوتاہی کو کرتے تھے نظر انداز

سلام نے پڑھی ہے مرحوم سے ا ب ت کی تختی
بڑی شفقت سے پڑھایا نہیں کی بالکل بھی سختی
دی طویل عرصہ دینی خدمت انجام
خدا عطا کرے جنت الفردوس میں اعلی مقام

(سلام لاجپوری)

چند خوبیاں

استاذ مرحوم حافظ یوسف بن مولانا ابراہیم پٹیلؒ کا آبائی وطن کفلیتہ تھا، پنج وقتہ نماز ہمیشہ صف اول میں ادا فرماتے تھے، جامع مسجد کے بالکل سامنے قبلہ رخ آپ کا مکان تھا، چہرہ خوب نورانی تھا، مدرسہ اسلامیہ، کفلیتہ میں طویل عرصہ مکتب کے بچوں کو دین پڑھایا، کم گو طبیعت کے مالک تھے، کام سے کام رکھتے تھے، مزاج میں نرمی تھی، تدریس میں ضرب، یضرب کے استعمال سے پرہیز تھا۔

مکان

مکان قدیم طرز پر تھا، مین دروازہ کافی نیچا تھا، حضرت کی زندگی بھی مکان کی طرح بالکل سادہ تھی، مکان واندرون مکان کا حال بھی بالکل سادہ تھا۔

آغاز تعلیم

بندے نے مکتب کی تعلیم کا آغاز اپنے ننھیال یعنی گاؤں کفلیتہ سے کیا تھا، حضرتؒ میرے مکتب کے استاذ اول تھے۔

درس گاہ

استاذ مرحوم کی درس گاہ مدرسہ کے maingate سے داخل ہونے پر بائیں ہاتھ پر تھی ، ایک بڑا ہال تھا جس میں دو استاذ پڑھاتے تھے پہلی درس گاہ حضرت استاذ مرحوم کی تھی اور دوسری حضرت حافظ احمد بھولا کی ، مرحوم اپنے نام سے زیادہ اپنی سرنیم سے پہچانے جاتے تھے، گاؤں میں عام طور پر لوگ انہیں بھولا مولساب کہہ کر بلاتے تھے، ہال میں روزانہ مدرسہ کی چھٹی سے پہلے کچھ طلباء ساتھ مل کر بآواز بلند پنچ کلمہ اور ایمان مجمل و ایمان مفصل کی مشق کرتے تھے ، اسی ہال میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ بھی منعقد ہوتا تھا۔

ددھیال اور ننھیال

بندہ کا ننھیال ’’کفلیتہ ،، اور ددھیال ’’لاجپور ،، ہے،احقر کی پیدائش اپنے ننھیال ’’کفلیتہ ،،کی ہے،مکتب کی زیادہ تر تعلیم اپنے ننھیال کفلیتہ میں حاصل کی ہے۔

جانے والے تو چلے جاتے ہے
پر یاد بہت آتے ہیں
(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم حضرت مولانا
عبدالخالق پٹیل صاحب کفلیتوی نور اللہ مرقدہ
سابق استاذ مکتب جامعہ اسلامیہ کفلیتہ ولاجپور

استاذ ثانی

تھے مرے مکتب کے استاذ ثانی
جا چکے ہیں چھوڑ کر جہان فانی
کی طویل عرصہ خدمت قرآنی
خدا قبر کو ان کی کرے نورانی
تھے حافظ قرآن و عالم ربانی
چھلکتا تھا پیشانی سے نور ایمانی
بچپن میں آپ سے ہی تھا سیکھا
پڑھنا قرآن کو ترتیل قرآنی
بنایا بیٹوں کو بھی حافظ قرآن
زبان پہ رہتا تھا جاری ذکر سبحانی
سنتے تھے طالب کی بات بغور
نہ تھی مزاج میں من مانی
کرتے تھے ہر سال اعتکاف
تاکہ کر سکے خوب تلاوت قرآنی
چائے کے تھے عاشق اور دلدادہ
طبیعت رہتی تھی اس کے لئے آمادہ

بیماری کے ایام بڑے صبر سے گزارے
بحالت ایمان دنیا سے سدھارے
ہے سلام کی دعا خدا مقبول کرے
استاذ مرحوم کی دینی خدمات قبول کرے

(سلام لاجپوری)

دو جگہ قابل ذکر ہیں

مختلف جگہوں پر تدریسی خدمت انجام دی ، ان میں دو جگہ قابل ذکر ہیں (۱) آبائی وطن کفلیتہ (۲) پڑوس کی بستی لاجپور جہاں آپ کا سسرال بھی تھا، تدریس کے ساتھ دونوں جگہ منصب امامت پر بھی کچھ عرصہ فائز رہے۔

سب سے بہتر شخص

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ،، (بخاری) تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔

حضرت الاستاذ نے جب تک صحت نے ساتھ دیا دین کے مختلف شعبے میں خدمت انجام دی، آپ کی پوری زندگی اس کا مصداق تھی ؎

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

ترتیل کی مشق

استاذ مرحوم سے بندے نے قرآن پاک کو ترتیلاً پڑھنے کی مشق کی تھی، حضرتؒ سے بندے نے

(۱) **اقم الصلوة لدلوک الشمس** پورا رکوع

(۲) **وسیق الذین کفروا** پورا رکوع

(۳) سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں **ھو اللہ الذی** سے **وھو العزیز الحکیم** تک

(۴) سورہ طہٰ کی آٹھ آیتیں **وما تلک بیمینک یموسی** سے لیکر **اذھب الی فرعون انه طغی** تک

(۵) سورہ مریم کی سات آیتیں **واذکر فی الکتب موسی** سے لیکر **ورفعناہ مکانا علیا** تک.

تسبیح

ہاتھ میں ہمیشہ تسبیح رہتی تھی، اکابر کے یہاں تسبیح کا استعمال رہا ہے، تسبیح کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تسبیح اللہ تعالی کی یاد دلاتی ہے تسبیح کی وجہ سے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے حالات میں ہے کہ حضرت کے پاس اپنے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی استعمال شدہ تسبیح تھی، کافی وزنی موٹے

دانے والی، حضرت تھانویؒ بھی کبھی کبھی اس کا استعمال فرماتے تھے۔

ایک ہے نماز کے بعد تسبیح پڑھنا، دوسرا ہے عام حالات میں تسبیح پڑھنا، نماز کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے ۳۳۔۳۳۔۳۴ مرتبہ جن کی مجموعی تعداد ایک سو (۱۰۰) ہوتی ہے ویسے اگر جلدی ہو تو ان تسبیحات کو دس دس مرتبہ بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ عدد بھی روایت میں آیا ہے، نماز کے بعد کی تسبیح میں دھاگے والی تسبیح یا آج کل جو الیکٹرونک تسبیح ہوتی ہے اس کے استعمال کو نماز کے بعد والی تسبیحات کے لئے استعمال کرنے کو علماء نے پسند نہیں کیا ہے، ان تسبیحات کو نماز کے بعد پڑھتے وقت ہاتھ کی انگلیوں پر ہی شمار کیا جائے یہی زیادہ بہتر صورت ہے، ویسے عام حالات میں دھاگے والی تسبیح کو استعمال کرے یہ ٹھیک ہے۔

نماز کے بعد کی جو تسبیحات پڑھی جاتی ہے اس میں لوگ عموماً دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا استعمال کرتے ہیں، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول دائیں یعنی سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر نماز کے بعد والی تسبیحات کو شمار کرنے کا تھا، تسبیحات میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) تسبیحات کی مجموعی تعداد سو سے زائد نہ ہونے پائے۔

(۲) ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیحات کو شمار کرے۔

(۳) سیدھے ہاتھ کا استعمال کرے۔

(۴) نماز کے بعد والی تسبیح کے لئے مروجہ تسبیح کا استعمالی کرنے کے بجائے

ہاتھ کی انگلیوں کا استعمال کرے، یہ زیادہ بہتر ہے۔

ٹوپی

قد طویل القامت تھا، رنگ گندمی تھا، آنکھوں پر عینک لگاتے تھے، سر پر لمبی ٹوپی سجاتے (پہنتے) تھے جس کا استعمال ہمارے بہت سے بزرگوں کے یہاں رہا ہے، ویسے ہمارے اطراف میں ایسی ٹوپی کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

عربی رومال

اپنے ساتھ ہمیشہ عربی رومال رکھتے تھے جس کو ہماری طرف ''kasida،، کہا جاتا ہے، یہ رومال حجاج کرام مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے خرید کرلاتے ہیں اور دوستوں، رشتہ داروں، جان پہچان والوں کو بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ اس رومال کا استعمال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح کئی طرح کے کام دیتا ہے ،قرآن کریم میں ہے ''**وما تلک بیمینک یموسی** ،،اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''**قال ھی عصای اتو کوا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری** ،، یہ عصا ہے جس پر میں کبھی سہارا لیتا ہوں اور کبھی اس کو درخت پر مار کر اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی کچھ اور کام اس سے لیتا ہوں ،اسی طرح عربی رومال کا استعمال بھی مختلف کاموں کے لئے ہوتا ہے مثلاً (۱) وضو کے بعد اعضاء وضو پونچھنے کے لئے۔

(۲) تقریر کرتے وقت۔

(۳) دوران سفر نماز پڑھنے کے لئے جائے نماز کے طور پر۔

(۴) خریدی ہوئی اشیاء رکھنے کے لئے۔

(۵) موسم سرما میں ٹھنڈ سے بچنے کے لئے اس سے سر، کان اور چہرہ ڈھکا جاتا ہے۔

(٦) زمین پر بیٹھنا ہو اور کوئی چیز بچھانے کی نہ ہو تو بچھونے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

(۷) عندالضرورت گرد جھاڑنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

(۸) بعض لوگ عمامہ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہے۔

اس رومال کو یا تو کندھے پر ڈالے رکھتے ہیں یا پھر ہاتھ میں پکڑے رکھتے ہیں، حضرتؒ دونوں طرح استعمال کرتے تھے۔

مسواک

اپنے ساتھ ہمیشہ مسواک رکھتے تھے، مسواک حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیز رہی ہے جس کا استعمال حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرماتے ہوئے بھی کیا تھا، بخاری شریف کی روایت کا مفہوم ہے حضرت عائشہؓ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں پیلو کی تازہ مسواک تھی، آپ نے مسواک کی طرف اس طرح دیکھا جیسے آپ مسواک کرنا چاہتے ہو، حضرت عائشہؓ نے

اپنے بھائی سے مسواک لے کر دریافت کیا، کیا میں اس کو آپ کے لئے نرم کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا، حضرت عائشہؓ نے اپنے دانتوں سے نرم کر کے آقا کی خدمت میں پیش کیا، حضرت صدیقہ کبھی کبھی فخریہ طور پر فرماتی تھیں کہ اللہ تعالی کا انعام ہے کہ اس نے اخیری وقت میں آقا کا لعاب دہن سے میرا لعاب دہن ملا دیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے جاتے ہوئے آخری عمل تھا، مضمون کی مناسبت سے ایک اور بات یاد آئی، ابوداود شریف کی روایت کا مفہوم ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے پھر مجھے مسواک دیتے تا کہ اس کو دھودوں تو (دھونے سے) پہلے میں خود اس سے مسواک کرتی (تا کہ آپ کے لعاب مبارک کی برکت مجھے حاصل ہو) پھر دھوکر آپ کو پیش کرتی، نیز مسند امام شافعی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالی کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے، مسواک کے استعمال کے ویسے تو علماء نے کئی مواقع لکھے ہیں مگر بطور خاص نماز سے پہلے وضو کرتے وقت اس کا استعمال ضرور کرنا چاہئے، ترمذی شریف میں ''کتاب الطھارۃ،، میں ایک باب ہے ''باب ما جاء فی السواک،، اس کے تحت روایت ہے، عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوة.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر

مجھے اپنی امت کے حق میں دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، لہذا نماز کے وقت جو وضو کیا جاتا ہے اس میں مسواک کا استعمال کرنا چاہئے۔

ابن الھمامؒ نے مسواک کو پانچ جگہ مستحب قرار دیا ہے

(۱) جب دانت پیلے پڑ جائے

(۲) جب منہ میں بد بو پیدا ہو جائے

(۳) جب آدمی نیند سے بیدار ہو

(۴) وضو سے پہلے

(۵) نماز سے پہلے

استاذ مرحوم وضو میں ہمیشہ مسواک کا استعمال فرماتے تھے۔

نماز کو قیمتی بنانے میں مسواک کا خاص اثر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے ستر (۷۰) گنی فضیلت رکھتی ہے (شعب الایمان)

اوپر نمبر پانچ پر آیا کہ نماز سے پہلے مسواک کرنی چاہئے، اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر وضو نماز سے متصل کی ہے تو وضو سے پہلے مسواک کرنا کافی ہے اور اگر دونوں میں فصل ہے جیسے عصر کے لئے وضو کی تھی پھر اسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو نماز سے پہلے بھی مسواک کرنی

چاہئے، اگر نماز سے پہلے صرف مسواک کرے تو احتیاط سے کرے تا کہ خون نہ نکلے
کیونکہ احناف کے نزدیک خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک
اگر چہ خون نکلنا ناقض وضونہیں مگرخون ناپاک ہے اس کونگلنا جائز نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں مسواک کی بڑی فضیلت بیان فرمائی
ہے صاحب ''بدرالمنیر ،،تحریر فرماتے ہیں کہ سو سے بھی زیادہ حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے مسواک کے متعلق نقل کی گئی ہیں، بعدہ عجیب جملہ لکھا ہے کہ ''بڑے تعجب کی بات
ہے کہ ایسی سنت جس کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی حدیثیں بیان فرمائی
ہیں اس کو بہت سے مسلمان ترک کرتے ہیں، عام مسلمان ہی نہیں بہت سے فقہاء بھی
اس کے تارک بنے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا خسران کی بات ہوگی)

صاحب ''نہرالفائق ،، نے مسواک کے تقریباً تیس کے قریب فوائد بیان کئے
ہیں، اور لکھا ہے کہ ادنی درجہ تو گندگی کا دور کرنا ہے اور اعلی ترین فائدہ ''تذکرة
الشہادتین عند الموت ،، ہے، نیز لکھا ہے کہ مسواک پر مواظبت یہ دلیل ہے موت علی
الاسلام کی کہ انسان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ مسواک کا اہتمام
کرنے سے خروج روح کے اندر بھی سہولت ہوتی ہے۔

چائے

چائے بڑی رغبت، شوق اور لذت لیکر پیتے تھے، ایک برتن میں جس کو ہماری
طرف ڈولکی کہا جاتا ہے دوران مدرسہ چائے پک کرآتی تھی، آپ کے چائے پینے کا انداز

بھی انوکھا اور نرالا تھا، میں نے اپنی اتنی عمر میں کسی کو اس طرح چائے پیتے نہیں دیکھا، آپ چائے میں پیسہ ہوا نمک ڈال کر چائے پیتے تھے، چائے ایسا مشروب ہے جس کا استعمال ہمارے اکابر کا یہاں بھی خوب رہا ہے، اس تعلق سے اکابر کے کچھ واقعات پیش خدمت ہے۔

(۱) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے ملنے گئے، چائے آئی احقر اور بھائی صاحب چونکہ دن میں ایک سے زیادہ چائے نہیں پیتے اس لئے ہم نے چائے سے عذر کیا، اس پر مفتی صاحب نے فرمایا میں اگرچہ چائے پیتا ہوں لیکن جب کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چائے نہیں پیتا تو بڑی خوشی ہوتی ہے، احقر کے ہاتھ میں پان کا بٹوہ تھا میں نے اسکی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ حضرت! یہی معاملہ ہمارا اس چیز کے ساتھ ہے، فرمانے لگے ہاں بھائی! یہ تو چائے سے بھی بدتر چیز ہے (نقوش رفتگاں)

حضرت مفتی محمود صاحبؒ فرماتے تھے کہ چائے میں تین وصف ہونے چاہئے (۱) لب ریز ہو (۲) لب دوز ہو (۳) لب سوز ہو۔

(۲) علامہ رفیق احمد صاحب بھیسانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے ناشتہ کا اہتمام کرایا اور سب ساتھیوں کو ایک ایک پیالی چائے دی گئی، مجھے دو پیالیاں عنایت فرمائیں اور فرمایا اور لوگ تو ہوٹل پر بھی جا کر پی لیں گے آپ تو ہوٹل وغیرہ پر نہیں جا سکتے (تذکرہ رفیق الامت

ص ۴۱۹)

(۳) مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ اکثر رمضان المبارک میں تراویح کے بعد چائے نوش فرماتے تھے، ایک صاحب چائے لیکر حاضر خدمت ہوئے، حضرت نے ایک گھونٹ چائے پی اور پیالی زمین پر رکھدی، وہ صاحب کہنے لگے حضرت! میں نے چائے میں ادرک ڈالی ہے، فرمایا کہ ہاں! مجھے اس کا ادراک ہوگیا تھا (حیات ابرار ص ۲۲۹ بتغیر)

(۴) حضرتؒ کے یہاں کچھ مہمان آئے، ان سے پوچھا کہ کیا لوگے چائے یا شربت؟ اس پر وہ گویا ہوئے کہ ہم لوگ پی کر آئے ہیں، حضرت نے ازراہ مذاق فرمایا کہ نکل جاؤ یہاں سے، یہاں پی کر آنے والوں کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔

(۵) مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دیوبند حضرت مولانا سید معراج الحق صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت چائے پکانے کے لئے گئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ چائے بنائیں اور ہم بیٹھے رہیں اچھا نہیں لگتا شرمندگی ہوتی ہے، فرمایا کوئی بات نہیں، آپ میرے ذوق کی چائے نہ بنا سکیں گے (رشد وہدایت کے منار ص ۸۵ بتغیر)

(۶) مولانا انظر شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حیدر آباد کے ایک صاحب جو بی، اے پاس اور ہلکے سے دماغی خلل کے مریض تھے، علامہ عثمانی کے یہاں وارد ہوئے اور اپنی غیر ارادی حرکات سے علامہ کو خوب خوب مکدر کیا، علامہ کے یہاں سے راندۂ

درگاہ ہوئے تو اپنی تمام حماقتوں کے ساتھ مولانا ادریس صاحب کاندھلوی کے یہاں جا دھمکے، ایک بار میں اور بھائی دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو مولانا نے فرمایا ہم تو تھے ہی دیوانے یہ ایک اور دیوانے آگئے، خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو، پھر ان کو چائے بنانے کا حکم ہوا تو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد چائے لائے جو سر کے بالوں سے زیادہ سیاہ اور ایلوے سے زیادہ کڑوی تھی (لالہ وگل ص ۱۳۲، ۱۳۳ بتغیر)

(۷) بندے کے والد صاحبؒ ایک بے تکلف دوست کے یہاں تشریف لے گئے، وہ پوچھنے لگے کہ آپ چائے پیتے ہیں؟ والد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم ہی نہیں ہماری تو گھڑی بھی چائے پیتی ہے، یہ ایک محاورہ ہے جو ایک خاص موقع پر استعمال ہوتا ہے۔

چائے کے تعلق سے ایک دلچسپ گفتگو

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ملفوظات میں ہے کہ حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ چائے پر اعتراض کرتے ہیں کہ چائے میں چند چیزیں خلاف سنت ہیں۔

(۱) بغیر ہاتھ دھوئے پیتے ہیں

(۲) کلی نہیں کرتے

(۳) بسم اللہ نہیں پڑھتے

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ سنت تو پانی میں بھی جاری نہیں ہے اس میں بھی کوئی ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ کھجور میں بھی بغیر ہاتھ دھوئے کھائی جاتی ہے، کھجوروں کے

کھانے کے لئے کوئی ہاتھ نہیں دھوتا، نہ کلی کرتا ہے بلکہ پان کھانے میں بھی یہ سنتیں ترک ہو جاتی ہیں (ملفوظات فقیہ الامت ج ۲ ص ۳۷)

رضا بر قضا

زندگی کرتی ہی رہتی ہے مصیبت پیدا
باخدا اس میں بھی کر لیتے ہیں لذت پیدا
فلک دبے گا نہیں زمیں ہٹے گی نہیں
بغیر رنج و الم زندگی کٹے گی نہیں
سمجھ رہا ہوں پڑیں گی مصیبتیں لیکن
تمہارے ساتھ محبت مری گھٹے گی نہیں

زندگی کے آخری ایام میں فالج (لقوہ) ہو گیا تھا، میری آخری ملاقات اپریل ۲۰۱۵ء میں ہوئی، اپنے بیٹوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر فرنٹ روم میں تشریف لائے، کچھ دیر گفت وشنید ہوئی، پوری ملاقات میں رضا بر قضا کا پیکر نظر آئے۔

قرآن کریم سے محبت

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

گرتو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اقبال)

اگرتو چاہتا ہے کہ مسلمان بن کر زندہ رہےتو قرآن کریم کے بغیر ممکن نہیں ہے،حضرتؒ کوقرآن کریم سے خوب محبت تھی،قرآن کریم کے جوحقوق عائد ہوتے ہیں جوحسب ذیل ہیں حضرتؒ اس پرعمل پیرا تھے

(۱)اتنا قرآن کریم زبانی یاد ہوکہ جس سے نماز مکمل ہوسکے

(۲)قرآن کریم سے محبت رکھنا

(۳)ادب واحترام کرنا

(۴)تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا

(۵)تلاوت تجوید کی رعایت کے ساتھ کرنا

(۶)اس کے احکام پرعمل کرنا۔

خصوصیات قرآن کریم

قرآن مجید،فرقان حمید اللہ رب العزت کا کلام ہے اسے دوسرے کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے جورب کائنات کواپنی مخلوق پر ہے،قرآن مجید انسانیت کے لئے

دستور حیات ،منشور حیات ،ضابطۂ حیات بلکہ پوری انسانیت کے لئے آب حیات ہے ،یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کا دیکھنا بھی عبادت، پڑھنا بھی عبادت، پڑھانا بھی عبادت ،سننا بھی عبادت ،سنانا بھی عبادت، سمجھنا بھی عبادت، سمجھانا بھی عبادت اور اس پر عمل کرنا سب سے بڑی عبادت ہے، جس طرح لوہے کو کھینچنے کا مقناطیس ہوتا ہے اسی طرح قرآن مجید اللہ تعالی کی رحمتوں کو کھینچنے کا مقناطیس ہے، قرآن کا محافظ خود اللہ رب العزت ہے، ارشاد باری ہے ۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

ہم نے یہ نصیحت (قرآن) اتاری اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالی ہی قرآن کریم کے اصل محافظ ہیں، دنیا میں اسباب کے طور پر اللہ تبارک وتعالی نے حفاظ کرام کے سینوں کا انتخاب کیا ہے، مسلمان والدین کے دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان والدین اپنے بچوں کو حفظ قرآن کریم کے حصول کے لئے فارغ کر دیتے ہیں، حضرت استاذ مرحوم بھی حافظ قرآن تھے اور اپنی اولاد کو بھی حافظ قرآن بنایا۔

تراویح اور قرآن کریم

قرآن کریم بچوں کو پختہ رہے اس کے لئے بطور خاص رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم کے ختم کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، جو حفاظ تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں اکثر کا یہ معمول ہوتا ہے کہ دن ،رات میں کسی وقت جو کچھ تراویح میں

سنانا ہوتا ہے وہ حصہ یا جتنا حصہ تراویح میں پڑھا جانا ہے کسی حافظ قرآن کو سناتے ہیں، استاذ مرحوم جب لاجپور کی مسجد عمر میں منصب امامت پر فائز تھے اس وقت رمضان المبارک میں جو حفاظ تراویح سناتے تھے ان کا قرآن کریم سنتے تھے، یہ یقیناً قرآن کریم سے محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کے لئے مستقل وقت نکالتے تھے۔

اعتکاف

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
کہ بیٹھے رہے تصور جاناں کئے ہوئے

عادت شریفہ تھی کہ پابندی سے (جب تک صحت نے اجازت دی) رمضان المبارک کے اخیری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتے تھے، اعتکاف کے متعلق امام زہریؒ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا بہت اہتمام فرماتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے، کبھی چھوڑ دیتے تھے، لیکن جب سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر تک کبھی بھی اعتکاف نہیں چھوڑا (بلا عذر) لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس طرح پابندی نہیں کرتے۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اعتکاف کے بعض فضائل ایسے ہیں جو اسی عمل کے ساتھ خاص ہے مثلاً معتکف کی ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، اعتکاف کرنے والا چونکہ بہت سے نیک کام مثلاً جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکل نہیں سکتا اس لئے خدائے کریم بغیر عمل کئے ہی ان اعمال کا ثواب معتکف کو دیتے ہیں، ہوسکتا تھا کہ آدمی اگر اعتکاف نہ کرتا تو اتنی نیکیاں کر بھی نہ سکتا لیکن اب اعتکاف کی بدولت اس کو یہ ثواب بھی مل رہا ہوتا ہے۔

امام ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے، **ھو یعکف الذنوب ویجزی له من الحسنات کعامل الحسنات کلها**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے (بغیر کئے بھی) اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

اعتکاف کی حکمتیں

(۱) لوگوں سے ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں انسان سے جو چھوٹے موٹے گناہ ہو جاتے ہیں ان سے حفاظت رہتی ہے۔

(۲) شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے لیکن جب انسان خدا کے گھر میں ہے تو گویا مضبوط قلعے میں ہے شیطان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

(۳) فرشتے ہر وقت خدا تعالی کی عبادت اور اس کی یاد میں رہتے ہیں، معتکف

بھی ہر وقت خدا تعالی کی یاد میں ہوتا ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کر رہا ہے، فرشتے چونکہ اللہ تعالی سے قریب ہیں اس لئے یہ بندہ بھی اللہ تعالی کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔

(۴) جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے اعتکاف میں یہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۵) جب تک آدمی اعتکاف میں رہتا ہے اسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے خواہ وہ خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا اپنے کسی اور کام میں مشغول رہے۔

(۶) اعتکاف کرنے والا ہر ہر منٹ عبادت میں ہے، تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی یہ بہر حال عبادت میں ہوگا (رمضان کیا ہے ص ۱۴۶)

اگر کسی وجہ سے رمضان المبارک کے اخیری عشرہ کا اعتکاف نہ کر سکے تو کم سے کم اس ثواب کے حاصل کرنے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچوں وقت جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیا کریں جب تک مسجد میں رہیں گے خاموش بیٹھے رہے تب بھی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور اگر قرآن شریف یا تسبیحات وغیرہ بھی پڑھتے رہے تو اس کا ثواب الگ سے ملے گا (حوالہ بالا ص ۱۴۴)

ملنساری

مدرسہ میں بچوں کے ساتھ خوب گھل مل جاتے تھے، بڑی محبت سے پڑھاتے

تھے،مزاج میں آپ کے خوب ملنساری تھی۔

زندگی ایسی جیو کہ دوسروں کو رشک ہو
موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

استاذ مکرم الحاج اسماعیل بن مولانا مرغوب احمد صاحب کتھرادا المعروف بہ بھائی میاں لاجپوری رحمہ اللہ

تفصیلات

اسم۔اسماعیل بن مولانا مرغوب احمد کتھرادا ؒ

تخلص۔بھائی میاں بھائی

بھائی میاں بھائی کا لطیفہ،قرآن کریم نے ایک مقام پر فرمایا ’’انما المومنون اخوۃ،،اسی کا شاید محاورتی ترجمہ ہے ’’بھائی میاں بھائی،،۔

جائے پیدائش۔لاجپور

بنیادی تعلیم۔لاجپور

تدریس۔مدرسہ اسلامیہ، لاجپور

انتقال۔ماہ مبارک میں

تدفین۔جامع مسجد لاجپور کے سامنے جو قبرستان ہے اس میں عمل میں آئی۔

عاشق قرآن

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے ’’ان ترزقنی القرآن العظیم وتخلطہ بلحمی وشعری وجسدی،،ترجمہ۔اے اللہ! مجھے قرآن کریم عطا فرما،اس کو میرے گوشت پوست میں،میرے روئیں روئیں میں رچا دے اور میرے جسم میں رچا دے (دلائل الخیرات)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ فرماتے تھے کہ قرآن کریم جس میں رچ بس جائے یہ چیز لائق رشک ہے،حضرت ؒ کو بھی اللہ تعالی نے یہ دولت نصیب فرمائی

تھی ،قرآن کریم ان کے گوشت ، پوست میں رچ بس گیا تھا،قرآن کریم سے آپ کو بڑی محبت تھی اخیری زندگی میں تو رات دن قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے،اللہ تعالیٰ یہ دولت بندے کو بھی نصیب فرمائے ،آمین۔

سینہ بے کینہ

اونچا نیت کا اپنی زینہ رکھنا   احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر   لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

(اکبرالہ آبادیؒ)

مرحوم سینہ بے کینہ کے مالک تھے، ہر ایک کی طرف سے دل کو پاک صاف رکھتے تھے، فارسیان کہتے ہیں ۔

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشت
کفرست درطریقت کینہ ماداشت

ہمارا آئین ہے سینہ کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا، ہماری طریقت میں تو کینہ رکھنا کفر ہے،بعض جگہ دیہات میں دیہاتی زبان میں کہتے ہیں کہ فلاں کے دل میں کفر ہے،یعنی کینہ ہے، کینہ کو کفر کہتے ہیں،اگر دل میں کسی کی طرف سے میل آجائے تو آخر آئینہ کو بھی تو صاف کرتے ہیں اگر دل پر غبار آجائے تو دل کو بھی صاف کر لینا چاہئے۔

سینہ بے کینہ کا فائدہ

مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب

صاحب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حقیقی بھائی حضرت مولانا محمد طاہر صاحب قاسمیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ موصوف کا قلب اس قدر صاف تھا کہ ابھی آگ اور ابھی پانی، کینہ وحسد، بغض وعناد سے قلب صاف تھا ان کی وفات کے بعد راقم الحروف نے خواب دیکھا کہ کہتے ہیں ''میری نجات ہوگئی اور قلب کی صفائی اور سینہ بے کینہ میرے کام آیا،، (لالہ وگل ص۳۳۴)

ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے، روایت میں ہے

عن ابی ھریرۃؓ ،لا تحاسدوا،ولا تناجشوا،ولا تباغضوا،ولا تدابروا،و کونوا عباد الله اخوانا(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں حسد نہ کیا کرو،ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو،آپس میں بغض نہ رکھو،ایک دوسرے کی جڑ نہ کاٹو،ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کرو،اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

حدیث بالا میں جن برائیوں سے ہر مسلمان کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے،حضرتؒ نے بفضل الٰہی خود کو ان تمام روحانی بیماریوں سے پاک صاف کر رکھا تھا،آپ کی شخصیت بالکل اس شعر کا مصداق تھی ؎

غبار، کینہ وبغض وحسد سے پاک ہے یہ دل
ہمارے آئینہ نے منہ نہیں دیکھا کدورت کا

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

دل تو آئینہ ہے شفاف رکھیں اے شاہد
کیوں کریں بغض وحسد کس لئے کینہ سیکھیں

(شاہد ماہلی)

مسکراہٹ

ملے گا کیا دلوں میں نفرتیں رکھ کر
بڑی مختصر سی زندگی ہے مسکرا کر ملا کرو
زندگی بھر مسکرانے کی ریاضت کیجئے
چلتے پھرتے آتے جاتے یہ عبادت کیجئے
خوش دلی کے ساتھ ملئے آدمی سے اور پھر
آنکھ میں بس جایئے دل پر حکومت کیجئے

چہرے پر اپنے نام ''اسماعیل،، کی طرح ہمیشہ smile تیرتی رہتی تھی، مسکراہٹ ایک ایسا عمل ہے جو آپس میں دلوں کو جوڑنے کا کام کرتا ہے، نیک نیتی سے جو مسکراہٹ چہرے پر آتی ہے وہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں پاکیزگی جھلکتی ہے، سامنے والے سے مسکراتے ہوئے ملنا یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے، حضرت کا چہرہ میں نے جب بھی دیکھا پرمسرت دیکھا، آپ سے جب بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا مسکراتے ہوئے ملے، آپ کی گفتگو سے پہلے آپ کی مسکراہٹ زائرین

کا استقبال کرتی تھی، مسکراہٹ میں بلا کی کشش تھی جو سامنے والے کے غم و دکھ کا بھی ایک حد تک مداوا بن جاتی تھی، آپ کی پیشانی پر کسی کو دیکھ کر چاہے وہ جان پہچان والا ہو یا اجنبی، عالم امیر ہو یا غریب شکن نہیں پڑتی تھی، آپ کے چہرے پر ہمیشہ smile تیرتی رہتی تھی۔

دل موہ لینے والا عمل

ایک عادت یہ تھی کہ ہر ملنے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ مکان تک لے جاتے، یہ ایک ایسی ادا تھی جو مرحوم کا ہی خاصہ تھی، یہ عمل ملنے والے کو آپ کا گرویدہ بنا دیتا تھا۔

اپنا وہی ہے وقت پہ جو کام آ گیا

ہر ایک کو اچھے برے وقت میں اور خاص کر برے وقت میں کام آتے تھے ؎

دل کو سکون روح کو آرام آ گیا
موت آ گئی کہ دوست کا پیام آ گیا
دیوانگی ہو عقل ہو امید ہو کہ یاس
اپنا وہی ہے وقت پہ جو کام آ گیا

ذاتی واقعہ

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

(علامہ اقبالؒ)

احقر مفتاح العلوم، تراج میں عربی اول کے درجہ میں تھا، مدرسہ کا ایک طالب علم طلباء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مواعظ کا مجموعہ ''اصلاحی خطبات،، فروخت کرر ہا تھا، میں نے گھر آکر والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے کتاب خریدنی ہے اور اس کی کل قیمت اتنی بنتی ہے، والد صاحب مجھے اپنے ساتھ لے کر حضرت الاستاذ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ اسے کچھ کتابیں خریدنی ہے مگر میرے پاس فی الحال اتنے پیسے نہیں ہے، حضرتؒ نے رقم عنایت فرمائی، یہ پہلی کتاب تھی جو میری ذاتی ملکیت تھی۔

احسان کا مزہ ہے احسان کر کے بھولے

اس واقعہ کا تذکرہ حضرتؒ نے کبھی نہیں کیا، یہی آپ کا دائمی وطیرہ تھا کہ لوگوں کے ساتھ احسان کر کے اسے بھول جاتے تھے، داغ دہلوی کا یہ شعر بالکل آپ کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے ۔

گر ہو سلوک کرنا انسان کر کے بھولے
احسان کا مزہ ہے احسان کر کے بھولے

بے غرض امداد

ہیں جہاں میں وہی لوگ اچھے

جو کام آتے ہیں دوسروں کے

(حالی)

جناب اسماعیل بھائی حکیم جی جو لاجپور سے ہجرت کر کے سورت چلے گئے تھے، وقتاً فوقتاً گاؤں آتے جاتے تھے، کبھی کبھی والد صاحب کو ملنے گھر آتے تھے، ایک دن والد صاحب کو سنانے لگے کہ مجھے کچھ پیسوں کی فوری طور پر ضرورت تھی میں گاؤں میں کئی لوگوں کے پاس جن کو اللہ تعالی نے مالی وسعت دے رکھی تھی مدد کے لئے حاضر ہوا کسی نے مدد نہیں کی، اخیر میں بھائی میاں بھائی کی خدمت میں پہنچا، انہوں نے فوراً میری ضرورت پوری کر دی، حضرتؒ کا حال بالکل اس شعر کے مصداق تھا۔

کوئی زخمی ہو تڑپتے ہم ہیں
ہر جلن اپنی جلن ہو جیسے
سب کی تکلیف ہے اپنی تکلیف
ہر بدن اپنا بدن ہو جیسے

پیسہ کی واپسی کا سوال نہیں کرتے تھے

کئی لوگ قرضہ کے نام پر رقم لے جاتے تھے، حضرت کو اپنی رقم ان سے واپس مانگنے میں حیا محسوس ہوتی تھی، آپ کا مزاج اس سلسلہ میں بالکل حضرت مولانا مفتی احمد

الرحمٰن صاحب مرحوم جیسا تھا، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ موصوف کے متعلق اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم لینے کے معاملے میں بڑے ڈھیلے تھے یہی معاملہ حضرت الاستاذؒ کا بھی تھا۔

ایک ایسی ادا جس پہ مرمٹنے کو جی چاہتا تھا

ایک اہم خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے چھوٹوں سے بھی اس طرح ملتے تھے کہ اس کو بھی شاید کچھ دیر کے لئے یہ خیال گذرتا ہوگا کہ میں بھی کچھ ہوں، تبھی تو یہ مجھ سے اس طرح مل رہے ہیں، مجھے اتنی عزت دے رہے ہیں، اس درجہ انکساری تھی، کہنا چاہئے کہ وہ انکساری کا پیکر تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے چھوٹوں کے سامنے بھی بچھے جاتے تھے، واقعی انکساری میں اگر ذوق سلیم ہوتو بڑی لذت ہے۔

انکساری میں کیسی لذت ہے
یہ رئیس و نواب کیا جانیں
ہم سے پوچھو مزے فقیری کے
شیخ عالی جناب کیا جانیں

(نثارفتحی)

پیکرمحبت شخصیت

جو آدمی آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا اس کی طبیعت میں حضرتؒ سے دوسری ملاقات کی خواہش رہتی تھی، وہ آپ سے ملاقات کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں

دیتا تھا،اجنبی سے بھی پہلی ملاقات میں اس طرح محبت اور کھلے دل سے ملتے تھے کہ گویا اس سے برسوں کی شناسائی ہو،اجنبی بھی آپ سے ملکر یہ محسوس کرتا تھا کہ میں کسی اپنے بہت قریبی سے مل رہا ہوں، ورنہ آج کا دور ایسا ہے کہ لوگ اپنوں کو دیکھ کر بھی ملنے سے کتراتے ہیں اجنبی کا تو ذکر ہی کیا،اور یہاں معاملہ یہ تھا کہ جہاں کسی اجنبی اور مسافر کو دیکھا خود آگے بڑھ کر اس سے ملاقات کی اس کا حال چال پوچھا اور موقع کے مناسب اس کی خاطر تواضع کی، شاید اب ایسے اشخاص چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

خوش خلقی

مشائخ کرام نے خوش خلقی کی دس باتیں بیان کی ہیں، حضرتؒ کی شخصیت میں وہ سب باتیں پائی جاتی تھیں، وہ باتیں یہ ہیں۔

(۱) لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا

(۲) لوگوں کی غمخواری کرنا

(۳) حاجت مندوں کے کام آنا

(۴) لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنا

(۵) عیب جوئی وعیب گوئی سے پرہیز کرنا

(۶) اپنے عیوب پر اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھنا

(۷) کوئی مذمت کرے تو اس کی نیک تاویل کرنا

(۸) ستانے والے کی معذرت قبول کرنا

(۹) ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا

(۱۰) لایعنی سے پرہیز کرنا

ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ اپنے قول وفعل سے کسی کو ایذا نہ پہنچانا یعنی کسی کا دل نہ دکھانا ، کہتے ہیں کہ من، دل، موتی اور دودھ اگر پھوٹ جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں، واقعہ بھی یہی ہے کہ بد اخلاق آدمی سے نہ خالق خوش ہوتا ہے، نہ مخلوق، مرحوم خوش اخلاق اور خوش گفتار تھے، آپ نے پوری زندگی اس طرح گذاری کہ آپ کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، زندگی اس مصرعہ کا مصداق تھی ؎

یہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہوں

اثنان لا تذکرھما ابدا

لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی ہیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی

اثنان لا تذکرھما ابدا دو چیزیں ایسی ہیں کہ تو ان کا کبھی تذکرہ نہ کر

اسائۃ الناس الیک لوگوں کا تیرے ساتھ برائی کا معاملہ کرنا

واحسانک الی الناس اور تیرا لوگوں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرنا

و اثنان لا تنساھما ابدا اور دو چیزوں کو کبھی نہ بھلا

اللہ والدار الاخرۃ اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کے گھر کو

حضرت کی زندگی میں یہ باتیں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

معاف کرنے کا مطلب

ڈاکٹر عبدالحئیؒ عارفی صاحبؒ کا شعر ہے ۔

اب کسی سے کیا شکایت؟ کیا گلہ؟
واقعات زندگی خود بھول جاتا ہوں میں

حضرتؒ کا عمل بھی یہی رہا کہ کسی سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی بھی تو آپ نے اسے معاف کر دیا، نہ کسی سے اس کی شکایت کی، نہ گلہ کیا، دل میں اس بات کو جگہ نہیں دی بھول گئے، معاف کر دیا، معاف کرنے کا مطلب کیا ہے؟ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی کو معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس سے انتقام نہ لیا جائے اور بس! لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ معاف کرنے کے بعد اس سے دل بھی کھل جائے، کیوں کہ دل کا کھل جانا اختیاری بات نہیں ہوتی، وہ زیادہ تر دوسرے شخص کے آئندہ رویے پر موقوف ہوتا ہے، لہٰذا اگر دل میں اس شخص کی طرف سے انقباض رہا اور خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکے لیکن اس شخص نے بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور تعلقات صرف حقوق کی ادائیگی (سلام کا جواب وغیرہ) کی حد تک رکھے تب بھی ان شاء اللہ معاف کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، معاف کرنے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اس شخص کی طرف سے آئندہ اس قسم کی تکلیف پہنچنے کا سد باب نہ کیا جائے، اگر

اندیشہ ہو کہ وہ شخص دوبارہ ایسی حرکت کرے گا تو اس کے سد باب کے لئے کوئی اقدام کرنا بھی معافی کے خلاف نہیں ہے (آسان نیکیاں ص۵۹۔۶۰ بتغیر)

خوش نصیبی

جب سے شعور کی آنکھیں کھولی یا کہہ لیجئے کھلی اس وقت سے لے کر اب تک زندگی کا جتنا دور گذرا اس میں جن شخصیات نے سب سے زیادہ متاثر کیا، قلب پر گہری چھاپ چھوڑی ان میں ایک حضرت کی شخصیت تھی۔

پوری زندگی اس بات کی خوشی رہے گی کہ میں نے اس فرشتہ صفت آدمی کو صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ ان سے پڑھنے اور ان کی صحبت بابرکت میں بیٹھنے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ۔

کتنے حسین لوگ تھے مل کر کے اک بار
آنکھوں میں بس گئے دل و جاں میں سما گئے

حضرتؒ دنیا سے تو چلے گئے، لیکن رفتید و لے نہ از دل ما
(دنیا سے تو چلے گئے اور لیکن ہمارے دلوں سے نہیں)

مسلمانی در کتب، و مسلماں در گور

حضرت کی شخصیت کو دیکھ کر یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان کیسا ہوتا ہے اور کیسا ہونا چاہئے، ورنہ آج کے دور میں اسمی اور رسمی مسلمانوں کی تعداد تو خوب ہے، حقیقی مسلمان کو تو چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑے گا، مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے

کہ آج کا دور ایسا ہے کہ ''مسلمانی در کتب، ومسلماں در گور،،

بے ضرر شخصیت

محبت سے خالی بشر کو دیکھ لیجئے زمانہ ہے سراپا شر دیکھ لیجئے
نہ دوزخ سے خائف، نہ جنت کے شائق عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجئے

آپ کی شخصیت ایک بے ضرر شخصیت تھی، ہر شخص کو صرف گمان نہیں بلکہ پورا یقین ہوتا تھا کہ یہ ایک بے ضرر شخصیت ہے، کسی بھی معاملہ میں ان پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا جاسکتا ہے، ورنہ آج کا دور ایسا ہے کہ غیر اور پرائے کی بات تو دور رہی اپنوں پر بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

اب درندوں سے نہ حیوانوں سے ڈر لگتا ہے
کیا زمانہ ہے کہ انسانوں سے ڈر لگتا ہے
عزت نفس کسی کی محفوظ نہیں سلام
اب تو اپنے ہی نگہبانوں سے ڈر لگتا ہے
دھوکہ دہی کا یہ عالم ہے کہ اللہ خیر کرے
اب مسلمانوں کو مسلمانوں سے ڈر لگتا ہے
جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے
وفا کا نام کوئی بھول کر نہیں لیتا

ترے سلوک نے چونکا دیا زمانے کو

از روئے حدیث مسلمان کی یہی پہچان بتائی گئی ہے،مشکوۃ شریف میں بحوالہ ترمذی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے

خیر کم من یرجی خیرہ ویومن شرہ،وشر کم من لا یرجی خیرہ ولا یومن شرہ

تم میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید ہواور لوگ اس کی طرف سے پر امن ہوں،اورتم میں بدترین آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ ہو اور اس کی شرارتوں سے لوگ مطمئن نہ ہوں،نیز فرمایا

المومن من امنہ الناس علی دمائھم و اموالھم (مسند احمد)

تو مومن کی پہچان یہ بتائی گئی کہ اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں،آپ سے واقف ہر شخص آپ کے متعلق یہ خیال کرتا تھا بلکہ یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ وقت آنے پر یہ اپنا نقصان تو برداشت کرلیں گے کسی اور کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے ۔

نفع وضرر کی دنیا میں ہم نے یہ لیا ہے درس جنوں
اپنا تو زیاں منظور اوروں کا زیاں منظور نہیں

یاد

استاذ مرحوم کو لے کر میری وہی کیفیت ہے جیسی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی تھی،حضرت ہردوئیؒ فرماتے تھے کہ پانی پیتا ہوں تو مولانا بنوریؒ یاد

آجاتے ہیں، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ کراچی میں ہم ساتھ میں ناشتہ پر موجود تھے کچھ مذاکرہ آداب طعام وسنن کے بارے میں ہورہا تھا، تو اس موقع پر فرمایا کہ خالی مشروب کی دعا نظر سے گذری ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہم لوگوں میں کمی ہر اعتبار سے ہے، ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے، پھر مولانا نے کتاب کا حوالہ دیا اور وہ دعا بتلائی جب پانی پیتا ہوں یا کوئی چیز پیتا ہوں تو وہ دعا یاد آجاتی ہے

الحمدللہ الذی سقانا عذبا فراتا برحمتہ ولم یجعلہ ملحا اجاجا بذنوبنا (روح المعانی ۲۷۔۱۴۹)

اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے شیریں چیز پلائی جو ہمارے حلق میں آسانی سے اترنے والی ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے کڑوا اور حلق میں پھنسنے والا نہیں بنایا، ویسے ہی میں بھی جب میں پانی کا گلاس ہاتھ میں لیتا ہوں تو حضرت الاستاذ یاد آجاتے ہیں۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب چھاپی کی آمد ہوئی تھی، حضرت سے بیان کی درخواست کی گئی، حضرت نے بخوشی منظور فرمایا، بیان کے بعد مسجد کے صحن میں حضرت مفتی صاحب مرحوم حضرت الاستاذ اور دیگر حضرات موجود تھے، مفتی صاحب نے پینے کے لئے پانی طلب کیا، پیش کیا گیا، حضرت مفتی صاحب جب تین گھونٹ پانی پی چکے تو حضرت الاستاذ نے آپ کا تبرک حاصل کرنے کے لئے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! اندر کچھ کچرا نظر آرہا ہے، پانی کا

گلاس آپ مجھے دیدے، یہ کہہ کران کے ہاتھ سے گلاس اپنے ہاتھ میں لیااور بچا ہوا پانی پینے لگے، حضرت مفتی صاحب سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ترکیب کیوں اختیار کی ،اس پر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت! ذرا گلاس لائیے آپ کو پانی پینے کی ایک سنت بتلاتا ہوں یہ کہکر حضرتؒ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیااور کہنے لگے کہ وہ سنت یہ ہے کہ پانی دیکھ کر پینا سنت ہے تاکہ پتہ بھی چل جائے کہ اس میں کوئی چیز گری تو نہیں ، یہ کہکر بچا ہوا پانی نوش فرمالیا۔

ایک اہم خوبی

ایک طویل عرصہ مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں مکتب کے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی، یہ وہ دور ہے کہ مکتب میں ضرب یضرب کی گردان پر مکتب کے اساتذہ سو فیصد عمل پیرا تھے، والدین کی اکثریت بھی ایسی تھی کہ جو مکتب کے اساتذہ کو یوں کہہ کر بچوں کی پٹائی کا لائسنس فراہم کرتی تھی کہ گوشت آپ کا ہڈی ہماری، اس وجہ سے اساتذہ کی ایک جماعت ایسی تھی کہ جو دل کھول کر فائر کرتی تھی جواز روئے شریعت درست نہیں ہے، نیز بچوں کو یہ ملفوظ بھی یاد کرادیا گیا تھا کہ استاذ کی مار بدن کے جس حصہ پر لگتی ہے بدن کا وہ حصہ جہنم میں نہیں جلے گا، اللہ کرے کہ معاملہ ایسا ہی ہو(لطیفہ۔ایک صاحب کہنے لگے کہ استاذ کی مار سے جہنم کی آگ سے چھٹکارا ملتا ہے یہ کہکر خوب مار کھالیا، اب دوسروں کو آگ سے خلاصی (چھٹکارا) دینے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ کتب حدیث میں وہ حدیث ہی نہیں ہے) ویسے طلباء کو جسمانی تنبیہ کا مسئلہ آج کل افراط وتفریط کا شکار

ہے،تو ایسے دور میں جب جسمانی تنبیہ طلباء کی خوب کی جاتی تھی، استاذ مرحوم نے اس دور میں بھی بچوں کو جسمانی تنبیہ کئے بغیر تعلیم دی، حضرت کا یہ مزاج مکتب کے سب طلباء جانتے تھے لہذا ہر طالب کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ اسے حضرتؒ کی درس گاہ میں داخلہ مل جائے، کچھ باتیں طلباء کی جسمانی تنبیہ کے تعلق سے پیش خدمت ہے۔

شفقت

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ فرماتے تھے کہ طلباء کے ساتھ برتاؤ میں شفقت کا غلبہ ہونا چاہئے، جہاں تک ہو سکے افہام و تفہیم ہی کا معاملہ رکھا جائے تادیب ضربی سے احتیاط کی جاوے،اس زمانہ میں جو لوگ پڑھاتے ہیں ان کا اصلاحی تعلق بزرگوں سے نہیں ہوتا، ان کی اصلاح ہوئی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تادیب ضربی میں نفسانیت کا غلبہ ہوجاتا ہے،اور غصہ اتارنے کے لئے مارتے ہیں حدود کی رعایت نہیں ہو پاتی،ہسپتالوں میں ہر ایک ڈاکٹر آپریشن نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں، اکثر لوگ گولیاں وغیرہ ہی دیتے ہیں،اسی طرح تادیب ضربی کا معاملہ ہے، یہ بھی ایک طرح سے آپریشن ہی ہے، یہ کام ہر ایک کو نہیں کرنا چاہئے،تادیب ضربی نہ کرنا یہ بھی تو سنت ہے،اس پر بھی تو عمل کرنا چاہئے، چنانچہ حضرت انسؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے،آپ کی تعلیم و تربیت میں دس سال رہے آپ کا معاملہ ان کے ساتھ کیسا تھا؟ محبت و شفقت کا،تو اب اس سنت پر بھی عمل ہونا چاہئے (مجالس محی السنہ ص۲۰۔۲۱)

تب ان کو پتہ چلے گا

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملا جی، حافظ جی لڑکوں کو بہت مارتے ہیں جب ان کی کھال قیامت میں کھینچی جائے گی تب ان کو پتہ چلے گا، یہ مختلف مجلسوں میں کئی مرتبہ فرمایا (مجالس مسیح الامت ج۳ ص۳۱۴)

رعب سے کام چلائے

دار العلوم کراچی کے فتوی کا ایک اقتباس ہے کہ استاذ کو چاہئے کہ وہ حفظ و ناظرہ کے بچوں کو شفقت و نرمی سے پڑھائے، بے جا سختی، ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ سے کام نہ لے بلکہ اپنے رعب سے کام چلائے۔

استاذ کا طالب علم کو ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں

اس کے باوجود اگر کوئی طالب علم سبق یاد نہیں کرتا وقت ضائع کرتا ہے تو اس طالب علم کی اصلاح کی غرض سے اس کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے استاذ اس کی صرف کھلے ہاتھ سے ہلکی پٹائی کرسکتا ہے، استاذ کا طالب علم کو ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں بلکہ ہاتھ سے بھی زیادہ سے زیادہ تین دفعہ اس کو ہلکی مار لگا سکتا ہے، جس سے بدن پر نشان نہ پڑے، نیز چہرے پر اس کو ہرگز نہ مارے اور جسم کے دیگر نازک حصوں پر بھی نہ مارے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا ضرب احدكم فليتق الوجه (ابوداؤد ۳۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے (یعنی چہرے پر نہ مارے) فتاوی شامی میں ہے کہ تین دفعہ ہاتھ سے ہلکی پٹائی (جس سے بدن پر نشان نہ پڑے) تجاوز نہ کریں (فتاوی شامی ج ا ص ۳۵۲)

غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے (چاہے استاذ ہو یا باپ ہو) بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے، اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کردی جائے اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے، ملا جی مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو باز پرس کے اہل نہیں، اور والدین کا مقولہ ہے کہ "ہڈی ہماری اور چمڑی میاں جی کی"، مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالی کی طرف سے ہوگا (انفاس عیسی ص ۱۷۳)

شہرت تو جنازے کے دن پتہ چلے گی

نقال ماہ رمضان میں ہوا جنازہ میں ایک بڑے مجمع نے شرکت کی، یہ بھی آپ کی عند اللہ وعند الناس مقبولیت کی علامت تھی، آپ کی شخصیت واقعی دلوں پر حکومت کرنے والی تھی، جگر مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے ؎

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

احساس

آج بھی استاذ مرحوم کا معصوم چہرہ نظروں کے سامنے گھومتا رہتا ہے، حضرت کے انتقال کے بعد جب بھی لاچپور حاضری ہوئی دل نے شدت سے آپ کی کمی محسوس کی

آتی ہی رہے گی آپ کے انفاس کی خوشبو
آپ کی یادوں کا گلشن مہکتا ہی رہے گا

تعزیتی مکتوب

استاذ مرحوم کے انتقال پر بندے نے آپ کے سپوت حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم العالیہ کو جوتعزیتی مکتوب لکھا تھا، پیش خدمت ہے۔

خدایاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے

محترم ومکرم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ امید ہے آپ مع اہل خانہ خیر وعافیت سے ہوں گے، بندہ بھی عافیت سے ہے۔

والد صاحب کا انتقال رمضان المبارک میں ہوا جس کی تقریباً ہر مسلمان کو خواہش ہوتی ہے، **ذلک فضل الله یوتیه من یشاء۔**

اگر کوئی متوجہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف عبادت کا شعبہ ہے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ’’**یاایھا الذین آمنو ادخلوا فی السلم کافة**، ،اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، مگر بد قسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت اس سے غافل ہے، اگر کوئی متوجہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف عبادت کے شعبہ تک ہے، جبکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کے پانچ شعبے ہیں

(۱) ایمانیات

(۲) عبادات

(۳) معاملات

(۴)اخلاقیات

(۵)معاشرت

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اسلام کے ہر شعبے پر عمل پیرا تھے، مثالیں۔

یقین

(۱)ایمانیات۔ ایمان نام ہے اللہ تعالی پر مکمل یقین کا، لاجپور جامع مسجد کے اندرونی حصہ میں چیونٹیاں نکل آئی تھی، نماز کا وقت ہوگیا، حاضرین سوچ رہے تھے کہ چیونٹیوں کو کیسے دور کیا جائے، اتنے میں حضرت والد صاحب تشریف لائے، صورت حال دیکھ کر مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور ایک برتن میں پانی بھر کر لائے، پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اس جگہ پر چھڑک دیا جہاں چیونٹیاں جمع تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے ساری چیونٹیاں غائب ہوگئی، حاضرین میں سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے پانی پر کیا پڑھ کر دم کیا، فرمایا کہ سورۂ نمل کی آیت **یاایھا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمن وجنودہ وھم لا یشعرون** ،، یہ تھا اللہ تعالی کی ذات پر کامل یقین۔

صرف فرائض ہی نہیں بلکہ نوافل کا بھی پابندی سے اہتمام رہا

(۲)عبادات۔ والد مرحوم صاحب ترتیب تھے، اور نماز باجماعت ادا فرماتے تھے وہ بھی صف اول میں تکبیر اولی کے ساتھ صرف فرائض ہی نہیں بلکہ نوافل کے بھی پابند تھے، اکثر و بیشتر اذان سے کچھ دیر پہلے ہی مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے۔

نیز رمضان المبارک میں کئی سال تک اخیری عشرہ کے مسنون اعتکاف کا بھی معمول رہا۔

اب یہ رقم لینا میرے لئے جائز نہیں رہا

(۳) معاملات۔حضرت والد صاحب نے مدرسہ اسلامیہ، لاچپور سے مدرسی کا تعلق منقطع کیا اس موقعہ پر تو متولی مدرسہ نے رمضان المبارک کی تعطیل کی تنخواہ آپ کو پیش کی تو رقم یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اب میں مدرس نہیں رہا لہذا اب یہ رقم لینا میرے لئے جائز نہیں رہا۔

اچھے اخلاق یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف سے بچایا جائے

(۴) اخلاقیات۔علماء نے لکھا ہے کہ اچھے اخلاق یہ نہیں ہے کہ دوسروں کی تکلیف پر صبر کیا جائے بلکہ اچھے اخلاق یہ ہے کہ دوسروں کو تکلیف سے بچایا جائے، اس پر تو والد مرحوم کا پوری زندگی عمل رہا ہے۔

عیادت

(۵) معاشرت۔والد مرحوم گرچہ خود مریض تھے مگر باوجود اس کے گاؤں میں کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ فلاں صاحب بیمار ہے تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، مریض امیر ہو یا غریب آپ کے یہاں اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی، نیز کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے غسل اور کفن دفن میں بھی شرکت کرتے تھے، نیز میت کی نماز جنازہ بھی پڑھاتے، آج کا دور تو خود غرضی اور مالدار کو سلامی مارنے اور اس سے تعلق

بڑھانے کا دور ہے، بقول حضرت تھانوی مالدار کی ریح بھی خارج ہو تو اس کے لئے تحسینی کلمات کہے جاتے ہیں اور غریب کی روح بھی خارج ہو جائے تو اس کے آخری سفر میں شرکت سے گریز کیا جاتا ہے، والد صاحب کے یہاں اس میں کوئی تفریق نہیں تھی، یہی حال دعوت کے قبول کرنے میں بھی تھا، آپ امیر و غریب ہر ایک کی دعوت قبول کرتے تھے۔

تو میزبان کی دل شکنی ہوگی

دعوت سے یاد آیا، ایک دعوت میں بندہ بھی والد صاحب کے ساتھ حاضر تھا دسترخوان پر کھانے کے کئی اقسام تھے ان میں ''زردہ،، جو کہ سراپا شیریں ہوتا ہے وہ بھی تھا، حضرت والد صاحب شوگر (شکر) کے مریض تھے، والد صاحب نے زردہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ایک صاحب گویا ہوئے کہ حضرت! آپ تو شکر کے مریض ہے اور زردہ بہت زیادہ میٹھا ہے، آپ کے لئے اس کا کھانا نقصان دہ ہوگا، جواب میں فرمایا کہ ''اگر میں نے چند لقمے کھالئے تو میزبان کا دل خوش ہو جائے گا نہیں کھاؤں گا تو ان کی دل شکنی ہوگی، یہ کہہ کر چند لقمے تناول فرمائے۔

تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں

بندہ جامعہ ڈابھیل میں متعلم تھا، غیر حاضری کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب نے اخراج کر دیا تھا، ابا جان مجھے لے کر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ حضرت مہتمم صاحب سے سفارش کر کے جامعہ میں میرا داخلہ کرادے، نہ

صرف یہ کہ والد صاحب نے اس پیش کش کو بخوشی منظور فرمایا بلکہ اپنے خرچہ سے آٹو رکشہ میں ڈابھیل چھوڑ آئے، آج بھی جب وہ شفقت کا منظر یاد آتا ہے تو آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں اور والد مرحوم کے لئے دل سے دعا نکلتی ہیں۔

ہدیہ

والد صاحبؒ نے مدرسہ اسلامیہ سے جب مدرسی کا تعلق ختم کیا تو اس موقعہ پر والد صاحبؒ کو کپڑے کا ایک جوڑا ہدیۃً دیا گیا تھا والد مرحوم نے وہ جوڑا بندے کو ہدیہ کردیا تھا۔

کام کہاں تک پہنچا

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ نے لندن کی ''مدینہ مسجد،، میں ۱۹۸۹ ء میں سورۂ یوسف کی تفسیر بیان کی تھی، بندہ اس کو کیسیٹ سے قلمبند کررہا تھا، مشغولیت کی وجہ سے کام کچھ عرصہ کے لئے رک گیا، حضرت والد صاحب نے مولانا عبداللہ انصاری کے توسط سے مجھ پر پیغام بھیجا کہ تفسیر کا کام کہاں تک پہنچا؟ میں نے جواباً کہا کہ ''**فلما ذهبوا به واجمعوا ان يجعلوه فی غيبت الجب**،، تک کام ہوا ہے، اس پر حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ عبدالسلام سے کہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو اللہ تعالی نے بہت جلد کنویں سے نکال لیا تھا تم کیوں اس مضمون کے قلمبند کرنے میں دیری کررہے ہو

اشعار

اخیر میں چند متفرق اشعار جس میں حضرتؒ کی شخصیت کی جھلک نظر آتی ہے

،پیش خدمت ہے۔

آتی ہی رہے گی آپ کے انفاس کی خوشبو
گلشن آپ کی یادوں کا مہکتا ہی رہے گا
بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے گاؤں کو سوگوار کر گیا
زمانہ روئے گا برسوں تم کو یاد کرکے
گنیں گے سب تمہاری خوبیاں یاد کر کے
یہ فخر کیا کم ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دوچار قدم ہم بھی آپ کے ساتھ چلے ہیں
بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہوگئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں میں
کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو
ہم ڈھونڈھنے نکلیں گے مگر پا نہ سکیں گے
زندگی ایسی جیو کہ دوسروں کو رشک ہو
موت ہو تو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے
چلے تو گئے ہو مگر پکار رہی ہے ہر صدا تم کو
ابھی نہ جانے کتنی زبانوں سے آپ بیاں ہوں گے

زندگی کیا ہے اک فسانہ ہے
اشک پی پی کے مسکرانا ہے
پیر و مرشد ہو یا کہ شاہ و فقیر
جو بھی آیا ہے اس کو جانا ہے

(ماجد دیوبندی)

حضرت مولانا سید ابوبکر ولی اللہ صاحب لاجپوریؒ سابق امام مسجد عمر، لاجپور

تفصیلات

اسم۔حضرت مولانا سید ابوبکر صاحبؒ

لقب۔ولی اللہ

جائے پیدائش۔لاجپور

بنیادی تعلیم۔لاجپور

فراغت وفضیلت۔جامعہ حسینیہ،راندیر

خدمت۔مسجد عمر میں تادم حیات امامت سے جڑاؤ

انتقال ۱۴۴۰ھ تدفین لاجپور کے قبرستان میں عمل میں آئی

کمالات کی دوقسمیں ہیں

اللہ تعالی نے انسان کو جو کمالات عطا فرمائے ہیں وہ دوقسم کے ہیں (۱) کسبی (۲)وہبی،کسبی یعنی جس کو آدمی اپنی محنت سے حاصل کرسکتا ہے،اور وہبی کمال کوئی بھی انسان اپنی محنت سے حاصل نہیں کرسکتا وہ اللہ تعالی کی خصوصی دین ہوتی ہے جس کو وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، وہبی کمالات میں سے ایک کمال ہے سید گھرانے میں تولد،حضرتؒ اس اعتبار سے خوش نصیب واقع ہوئے تھے کہ آپ کی پیدائش سید گھرانے میں ہوئی،آپ ''سیدزادے،، تھے۔

شرف تلمذ

بندے نے حضرتؒ سے مسجد عمر کے صحن میں بیٹھ کر ''مالا بدمنہ،، کا کچھ حصہ

پڑھا تھا، نیز جس سال کفلیتہ میں تراویح سنا رہا تھا اس سال پورا رمضان حضرتؒ کو قرآن کریم کا دور سنایا تھا۔

مرحوم کم گفتار تھے

مرحوم خاموش طبع اور کم گفتار تھے، میں نے آپ کو بلا ضرورت کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا، ہر ایک سے صرف کام کی بات کرتے تھے، یہ ایک خوبی کی بات ہے بلکہ ''ذریعۂ نجات،، ہے، ایک صحابیؓ نے رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے ''نجات کا راستہ،، معلوم کیا تو جواب میں زبان رسالت یوں گویا ہوئی ''املک علیک لسانک، والیسعک بیتک، وابک علی خطیئتک،، اس میں ایک چیز ''املک علیک لسانک،، ہے، نیز فرمایا کہ ''من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا او لیصمت،، جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے، پہلے صوفیاء کے یہاں تصوف میں ترقی کے کے لئے تین ''کم،، پر بہت زور دیا جاتا تھا 'کم خوردن،، 'کم خفتن،، 'کم گفتن،، کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، پھر بعد کے دور کے صوفیاء نے ''دوکم،، ہٹا دیئے وہ تھے ''کم خوردن،، ''کم خفتن،، اس لئے کہ اب قوٰی کمزور ہو گئے ہیں وہ اب ان دو میں کمی کی برداشت کے متحمل نہیں رہے، وہ دوکم جو ہٹائے گئے تھے اسے ''تیسرے ''کم،، کے ساتھ لگا دیا یعنی ''کم، کم، کم گفتن،، کیونکہ اب لوگ بہت ''باتوڑی،، ہو چکے ہیں، آج کے دور میں لوگوں کو زیادہ بولنے کا مرض لاحق ہے الا ماشاء اللہ، اللہ اس مرض سے ہم

سب کی حفاظت فرمائے۔

ولیسعک بیتک،، پر بھی مضبوطی سے عمل پیرا تھے

حضرتؒ ارشادنبوی ”ولیسعک بیتک،، پر بھی مضبوطی سے عمل پیرا تھے، میں نے ان کو بلاضرورت کسی کے مکان پر جاتے نہیں دیکھا، ہاں آپ کا ایک معمول تھا جمعہ کی نماز ادا فرما کر سیدھے بھائی میاں بھائی کے گھر تشریف لے جاتے، حضرتؒ کے گھر پر ہند و بیرون ہند سے مختلف ماہنامے آتے تھے کچھ دیر اس کا مطالعہ فرما کر گھر تشریف لے آتے۔

سائیکل کی سواری

آج کا دور ایسا ہے کہ انڈیا میں بہت سے ائمہ ”سائیکل کی سواری،، کو معیوب سمجھتے ہیں، مگر حضرتؒ پوری زندگی سائیکل کی سواری فرماتے رہے، امامت کے لئے بھی اپنے گھر سے مسجد تک ہمیشہ سائیکل پر ہی جاتے تھے۔

عقیدت

اکابر دیو بند میں حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی۔

استقامت

مجموعی طور پر تقریباً تینتیس سال مسجد عمر میں امامت کے فرائض انجام دیئے، اتنا طویل عرصہ آج کے دور میں جب مہنگائی کا بھوت سر چڑھ کر بول رہا ہے اور ”ائمۂ مساجد،، کی تنخواہ سے تو قارئین واقف ہی ہوں گے استقامت کے ساتھ امامت کے

فرائض انجام دینا بڑی بات ہے (استاذ مرحوم کا اپنی مسجد سے ایسا تعلق رہا کہ اپنی زندگی کی آخری نماز بھی اسی مسجد میں ادا فرمائی، آپ کو علاج کے سلسلہ میں ہسپتال بھی اسی مسجد سے لے جایا گیا اور سننے میں آیا کہ حضرتؒ کی روح مسجد کے صحن میں ہی پرواز کر چکی تھی) شاید مسجد کے ذمہ داران کا خیال ہے کہ امام مسجد پر مہنگائی کا اثر نہیں ہوتا ان کی تنخواہ کتنی ہوتی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ نے لندن میں ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ امام کو اتنی تنخواہ دی جاتی ہے جس سے ان کا آدھا پیٹ بھرتا ہے پورا پیٹ بھی نہیں بھر پاتا (یعنی ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتی) یہ عالمی مسئلہ ہے ہر جگہ امام مسجد اور مؤذن کو لیکر ذمہ داران مسجد کی تقریباً یہی سوچ ہوتی ہے الا ماشاءاللہ۔

فوائد امامت

امامت کی خدمت سے چند ایسے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو صرف امامت کے ساتھ خاص ہیں، شاید یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ائمہ حضرات ساری مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اور امامت کی خدمت سے منہ نہیں موڑتے، وہ فوائد یہ ہیں

(۱) پنج وقتہ نماز کی باجماعت ادائیگی (۲) تکبیر اولی کے ساتھ نماز کی ادائیگی (۳) کثرت ثواب (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت (۵) حفاظت ایمان (٦) حفاظت قرآن کریم (۷) حفاظت نماز

امامت کی فضیلت میں امام ترمذیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ڈھیر پر

ہوں گے، ایک وہ شخص جس نے اللہ اور اپنے غلاموں کے حقوق ادا کئے ہوں گے، دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے، تیسرا وہ شخص جس نے روزانہ پانچ وقت لوگوں کو نماز کی دعوت دی، معلوم ہوا کہ امامت اور مؤذنی کے فرائض بارگاہ الٰہی میں مؤثر عمل ہے، دونوں قسم کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ومہربانی مقدر ہے۔

انتقال

اللہ تعالیٰ نے استاذ مرحوم کو جب اپنے پاس بلانا چاہا تو اس مہینہ کا انتخاب کیا جس کی ہر مسلمان کو خواہش رہتی ہے یعنی ماہ مبارک۔

تعزیتی تقریر

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے تعزیتی جلسہ میں کی گئی آپ کی تقریر

نحمده ونصلی علٰی رسوله الکریم . امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ☆بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ کل من علیها فان ، ویبقی وجه ربک ذوالجلال واکرام

مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے رحمت تھا

واجب الاحترام، حضراتِ علماءِ کرام اور حاضرین مجلس! آج کا یہ اجلاس حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف تشریف لے

جانے کی وجہ سے منعقد ہوا ہے، حضرت ایک عظیم شخصیت تھے، آپ کی وجہ سے بہت سے فتنے دبے ہوئے تھے جیسے غیر مقلدیت، مودویت، رضاخانیت وغیرہ کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی باطل فرقہ، اہلِ حق کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا حضرتؒ اہلِ حق کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے کوئی رسالہ یا کتابچہ شائع فرماتے جس کی وجہ سے وہ فتنہ دب جاتا اور امت کو صحیح راستہ مل جاتا۔

مادرزاد ولی

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو مادرزاد ولی بنایا تھا، آپ ولیٔ کامل تھے، اس بات کی بہت سے علماءِ کرام نے تصدیق بھی کی ہے یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت محبت فرماتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو اپنی اصلاح کے لئے خط لکھا تو حضرتؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپ کی اصلاح کرسکوں، آپ کی ذات سے تو لوگوں کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے آپ تو بنے بنائے ہیں۔

آپ کی صحبت ذریعۂ سکون تھی

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو ظاہری حسن کے ساتھ باطنی حسن بھی عطا فرمایا تھا، ظاہری حسن سے سکون اس طور پر ملتا تھا کہ کوئی شخص دنیوی اعتبار سے کتنا ہی پریشان ہوتا جب وہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضری دیتا تو حضرت کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی اس کو سکون مل جاتا تھا، اور جو آدمی دینی اعتبار سے کوئی الجھن میں ہوتا تو حضرت مفتی

صاحبؒ اپنے روحانی علوم سے اس کو مستفیض فرماتے ،جس سے اس کی الجھن دور ہو جاتی تھی، گویا حضرت مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے پرسکون تھا۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ

تقریباً سوسالہ زندگی استقامت کے ساتھ گزاری، حضرتؒ کی موجودگی میں کتنے ہی داخلی وخارجی فتنے رونما ہوئے لیکن حضرتؒ نے ان سے کوئی اثر قبول نہیں کیا، پوری زندگی دین پر استقامت کے ساتھ گزاری، اور استقامت وہ دولت ہے جس کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے ”**الاستقامة خير من الفِ كرامةٍ**“ (مرقاۃ) استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

اساتذۂ کرام کی دعا

حضرتؒ سے اساتذۂ کرام بھی بہت خوش تھے، آپ کے حق میں دعائیں خیر کرتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ جب طالب علم تھے اس وقت جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ راندیری نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمر میں خوب برکت عطا فرمائے، اور آپ سے دین کا خوب کام لے، آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا حضرتؒ کے حق میں حرف بحرف قبول فرمائی۔

دینی رہنمائی حاصل کریں

حضرتؒ کے فتاوی اردو زبان میں دس جلدوں میں اور گجراتی زبان میں پانچ

جلدوں میں ’’فتاوی رحیمیہ،، کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کو خرید کر پڑھے، اوراس سے دینی راہنمائی حاصل کرے۔

ایک اہم دعا

ہم سب یہ دعا بھی کرتے رہیں کہ ’’ **اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ** (جمع الفوائد ص ۳۴۵) باری تعالی! جیسے آپ نے حضرتؒ کی سوسالہ زندگی میں ہمیں سکون واطمنان کے ساتھ رکھا ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ہمیں فتنہ وفساد میں مبتلا مت کرنا، کیونکہ اللہ والوں کے دنیا سے چلے جانے سے دنیا میں بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں اور امن وسکون ختم ہو جاتا ہے۔

چلے گئے بہت جلد ہمیں چھوڑکر
اس جہان فانی سے منہ موڑکر
آتی ہے یاد ان کی تو آنکھیں نم ہو جاتی ہے
کسی کے جانے سے کہانی کہاں ختم ہوجاتی ہے

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب اورنگ آبادی نور اللہ مرقدہ سابق مدرس مفتاح العلوم تراج، سورت

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادر ایام ہیں
غربت و افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجال شکوہ ہے نے طاقت گفتار ہے
زندگانی کیا ہے اک طوق گلو افشار ہے
موت تجدید مذاق زندگانی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

تفصیلات

اسم گرامی۔(مولانا)محمدامین

تعلیم۔ مفتاح العلوم تراج میں فارسی اول اورعربی اول کی تعلیم حاصل کی،بعدہ جامعہ حسینیہ راندیر پہنچے اور ایک سال جامعہ حسینیہ میں گذارا، راندیرسے پھرحیدرآباد کا رخ کیا اور وہاں سے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا،دارالعلوم سے ۱۹۸۹ء میں سندفضیلت وفراغت حاصل کی۔

افتاء۔جلال آباد سے ۱۹۹۰ء میں مکمل کیا۔

تدریس۔ مفتاح العلوم تراج میں ۱۹۹۳ء سے لیکر ۱۹۹۷ء تک یعنی چار سال تدریسی خدمت انجام دی، فارسی اول اورعربی اول کی کتب زیردرس رہی، ساتھ میں کتب خانہ کی ذمہ داری بھی تھی جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا، بندے نے آپ سے کریما، گلستاں، بوستاں،منہاج العربیہ وغیرہ کتب پڑھی ہے۔

ذوق۔لغات اورشعروشاعری کا ذوق تھا۔

مہارت۔عربی، فارسی،اردو، ہندی اور مراٹھی زبان پرعبورحاصل تھا، گجراتی زبان بھی کافی حدتک سمجھ اور بول لیتے تھے۔

اندازتدریس۔درس کا بڑا پیاراانداز تھا اللہ تعالی نے افہام وتفہیم کا عمدہ سلیقہ عطافرمایا تھا،دوران درس موقع محل کے اعتبار سے شعر بھی سناتے تھے، چندایک اشعار جو یادرہ گئے ہیں پیش خدمت ہے۔

راہ دور عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(میر تقی میر)

اس میں ترمیم کرتے ہوئے کبھی یوں بھی گنگناتے تھے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(غالب)

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزوؤں میں کٹ گئے دو انتظار میں

ایک طالب سنیچر کے دن عینک لگا کر درس میں حاضر ہوا، پوچھا یہ عینک کیوں لگائی؟ بتایا کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھانے گیا تھا، تفتیش میں یہ بات سامنے آئی کہ بینائی کمزور ہے اس پر فوراً یہ شعر پڑھا ۔

چشمے پہ چشمہ لگایا سوجھی دور کی
مفت میں اندھے بنے صورت بنی لنگور کی

(اس پر خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ کا ملفوظ یاد آیا، ایک دفعہ ایک طالب علم کسی کام سے سفر پر گیا تھا واپسی پر دریافت کیا ظالم! کئی روز سے نظر نہیں آئے، کہاں گئے تھے؟ جواب دیا کہ حضرت! نوساری ڈاکٹر کو آنکھ دکھانے گیا تھا، فرمایا چھوٹے سے آدمی ہو اور ڈاکٹر کو آنکھ دکھاتے ہو)

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(اقبال)

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا
سیاحت کا جسے ہو شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی کتابیں ہیں چمن اپنا

ہدیہ

احقر کی ۲۰۱۰ء وطن حاضری ہوئی حضرت کو پتہ چلا تو گھر تشریف لائے اور خالص شہد کی دو بوتل ہدیۃً پیش کی، یہ آپ کے بلند اخلاق کا ایک نمونہ تھا کہ خود اپنے شاگرد کو ملنے تشریف لائے فون کر کے مجھے بھی بلا سکتے تھے۔

مدرسہ مسیح الامت کا قیام

تدریسی خدمت مفتاح العلوم تراج میں جاری تھی کہ اورنگ آباد میں مدرسہ مسیح

الامت کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا، ایک طرف تراج میں تدریس کا شغل بھی جاری تھا اور دوسری طرف اورنگ آباد میں مدرسہ کا تعمیری کام بھی، مدرسہ کا تعمیری کام ۱۹۹۷ء میں مکمل ہوگیا تو پھر مستقل طور پر اورنگ آباد کے مدرسہ مسیح الامت تشریف لے گئے اور تادم مرگ اس سے وابستہ رہے، شروع کے دو سال اہتمام کے ساتھ فارسی کے درجات کی تدریس بھی کی بعدہ مستقل طور پر صرف اہتمام سنبھالے رہے۔

مہمان نوازی

رفیق مکرم مولانا عیسی ویسموی (جو ماشاء اللہ پچھلے کئی سالوں سے مادر علمی مفتاح العلوم تراج میں درجہ علیا کی کتابوں کے کامیاب مدرس ہے) نے بتایا کہ ان کا اورنگ آباد کا سفر ہوا، حضرت کو اطلاع ہوئی تو ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ساتھ میں ڈھیر ساری اشیاء کھانے پینے کی بھی لیتے آئے، اور فرمایا کہ آپ ہمارے شاگرد تو ہو ہی آج ہمارے مہمان بھی ہو، اس طرح کا جذبہ آج کے دور میں ایک شاگرد کے لئے بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

استقبالیہ کلام

اکابر کا ایک طریق یہ بھی رہا ہے کہ کسی بڑی شخصیت کی تشریف آوری پر استقبالیہ کلام پیش کیا جاتا ہے، اس کی دو مثالیں

(۱) ہمارے گاؤں میں جب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حکیم الاسلام حضرت

مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کی تشریف آوری ہوئی تو اس موقع پر ہمارے گاؤں کے عالم دین حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈابیؒ نے جو استقبالیہ کلام پیش کیا تھا اس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے

عیاں ہے شان عالی حضور طیب والا
ہے سربر آمد ان قدسیوں میں حضرت والا
رہا ہے خادم دین خاندان حضرت عالی
شہادت دیتا ہے دار العلوم دیوبند اب بھی
مبارک ہو ہمارے پیشوا تشریف لائے ہیں
مبارک ہو ہمارے مقتدا تشریف لائے ہیں
وہ جن کی قدسی الفطرت کل اصل وفرع اطہر ہے
زمین لاجپور آج ان کے قدموں سے منور ہے

(ذکر صالحین ج۲ص ۲۶۷)

(۲) حضرت حکیم الاسلامؒ کی سفر حج سے واپسی پر سالانہ امتحانات کے قریب ہونے کے باوجود طلبۂ دارالعلوم دیوبند نے ایک جلسۂ استقبالیہ منعقد کیا جس میں نظم ونثر میں حضرت والا سے اپنی ارادت وعقیدت کے ساتھ بخیریت واپسی پر بارگاہ خداوندی میں نذرانۂ تشکر پیش کیا گیا،اس جلسہ میں بحیثیت طالب علم حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنے پاکیزہ ادبی ذوق کے تحت استقبالیہ کلام پیش کیا تھا اس کے دوشعر پیش

خدمت ہے۔

مخفی ہے مرے سینے میں عظمت جناب کی
ظاہر کروں میں اس کی ضرورت نہیں مجھے
جی چاہتا ہے اور لکھوں شعر کچھ مگر
کہتا ہے امتحان کہ فرصت نہیں مجھے

حضرت حکیم الاسلامؒ نے اس شعر کو سنکر ہنستے ہوئے فرمایا کہ اور شعر کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے آپ نے اسی میں سب کچھ کہدیا ہے۔

الغرض!، مفتاح العلوم تراج کے بانی حضرت مولانا محمد امین صاحب تراجویؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد پانڈور صاحب اٹالویؒ برطانیہ سے اپنے وطن اٹالوہ (ضلع سورت، گجرات، انڈیا) تشریف لائے تھے، مدرسہ کی انتظامیہ نے ان کو مادر علمی میں مدعو کیا، اس موقع پر حضرت مولانا مرحوم کے لئے استقبالیہ جلسہ کا انعقاد کیا گیا تھا، استاذ مرحوم نے فوری طور پر ایک کلام تیار کیا جسے مولانا عباس بلیشوری نے پڑھا تھا اور خوب پڑھا تھا پورا کلام تو ذہن میں محفوظ نہیں ہے اس کا کچھ حصہ یاد ہے۔

آپ آئے بہار آئی ہوا پر نور گلشن علوی
مرحبا مرحبا اے شیخ احمد اٹالوی
آمد سے آپ کی ہر طرف ہے دھوم مچی
مرحبا مرحبا اے شیخ احمد اٹالوی

مسکان

حضرت کے چہرے پر سدا مسکراہٹ تیرتی رہتی تھی، چھوٹے بڑے ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔

انتقال پر ملال

۲۸ اگست ۲۰۱۷ء بروز پیر ایک حادثہ کا شکار ہوکر آپ نے اس عالم فانی سے عالم آخرت کا رخ کیا، اللہ تعالی حضرت کی بھرپور مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے، آپ کی دینی خدمات اور تمامی حسنات کو شرف قبولیت بخشے، بشری تقاضے کی وجہ سے جو کمی کوتاہیاں ہوگئی ہوا سے معاف فرمائے، آمین۔

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

حضرت مولانا محی الدین صاحب
قاضی راندیریؒ المعروف بہ قاضی ماما
سابق مدرس دار العلوم اشرفیہ راندیر

اولین شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ

دار العلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث ہونے کا شرف سرزمین لاجپور کے ایک سپوت کو حاصل ہے، ان کا اسم گرامی ہے ''حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحب لاجپوریؒ، فخر گجرات حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ نے بھی بخاری شریف آپ ہی سے پڑھی تھی، دار العلوم دیوبند اور جامعہ حسینیہ، راندیر کے مایہ ناز استاذ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ نے آپ کا بخاری شریف کا درس سنا تو ان کو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے حضرتؒ کی اجازت سے پورا ایک سال جامعہ حسینیہ سے رخصت لیکر حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحبؒ کے درس بخاری میں شرکت کی، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے دار العلوم اشرفیہ میں تقریباً پچاس سال بخاری شریف کا درس دیا تھا (بروایت حضرت مفتی رشید احمد صاحب کٹھرادا دامت برکاتہم) حضرتؒ راندیر کے مشہور قبرستان گورغریباں میں محو استراحت ہے۔

خود بھی تھے سید، مشہور تھے قاضی

اسی خاندان کے سپوت تھے استاذ مرحوم حضرت مولانا قاضی محی الدین صاحب المعروف بہ قاضی ماما حضرتؒ کے تعلق سے بندے کا ایک کلام ہے ۔

یاد آرہا ہے مجھے اپنا ماضی
خاص کر استاذ مرحوم محی الدین قاضی
خدا نے بخشا تھا یہ اعجاز تھے حاجی

استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
نظر آتے تھے سدا صف اول میں
تکبیر اولی سے نماز پڑھنے کے تھے عادی
خدا کی رضا میں رہتے تھے راضی
استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
تھے داماد مفتی لاجپوری کے
خود بھی تھے سید مشہور تھے قاضی
تھے ظریف الطبع راندیر کے تھے باسی
استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
مزاج میں تھی خوش مزاجی
رہتے تھے طلباء آپ سے راضی
کی طویل عرصہ خدمت دین
خدا تعالی ہو ان سے راضی
ہے اولاد دیندار اور نمازی
نمایاں ہیں ان میں مرغوب و خلیل قاضی
سلام نے پڑھی ہے علم الصیغہ
ہے بہت کچھ آپ سے سیکھا

ہے دعا سلام کی قبول آپ کی خدمات ہو
جنت الفردوس میں بلند آپ کے درجات ہو

تین خدمت گذار

احقر جس وقت دارالعلوم اشرفیہ میں طالب علم تھا اس وقت تین استاذ ایسے تھے جن کو دارالعلوم میں خدمت کرتے ہوئے تیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا تھا، وہ تھے

(۱) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسریؒ

(۲) حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا محی الدین صاحبؒ (قاضی ماما)

تینوں نے اپنی زندگی دارالعلوم کے لئے وقف کردی تھی۔

ایک معمول

حضرتؒ صرف صبح کے وقت مدرسہ تشریف لاتے تھے، سیدھے مدرسہ کی آفس میں حاضری دیتے، وہاں عربی دوم کی جماعت کے طلباء جن کو حضرت ''علم الصیغہ،، پڑھاتے تھے موجود ہوتے تھے، ایک کپڑا بچھا ہوتا جس پر تسبیح کے دانے بکھیر دیئے جاتے، طلباء اس پر ''**لاملجا ولا منجا منک الا الیک**،، کا ورد کرتے اور ساتھ یہ مناجات۔

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
قاضی حاجات و وہاب و کریم

اے الہ العالمیں اے بے نیاز

دین و دنیا میں ہمارے کارساز

ہم ہیں بیکس اور تو بیکس نواز

ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز

توہی معبود اور تو ہی مقصود ہے

ترے ہی ہاتھوں میں خیر وجود ہے

تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے

جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے

تو وہ داتا ہے کے دینے کے لئے

در تری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے

مانگنا ہم پر کیا ہے تونے فرض

اور سکھا ہم کو دیئے آداب عرض

مانگنے کو بھی ہمیں فرما دیا

مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلا دیا

ہر طرف سے ہو کے ہم خوار و تباہ

آپڑے اب ترے در پر یا الہ

گرچہ یا رب ہم سراپا ہیں برے

اب تو لیکن آپڑے ہیں در پر ترے
دل میں ہیں لاکھوں امیدیں جلوہ گر
ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر
ترے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو
پاہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو
تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا
کون پوچھے گا ہمیں ترے سوا
ہے توہی حاجت روائے دو جہاں
ہم ترا در چھوڑکر جائے کہاں
صدقہ اپنی عزت و اجلال کا
صدقہ پیغمبر کا ان کی آل کا
اپنی رحمت ہم پر اب مبذول کر
یہ مناجات اور دعا مقبول کر

بعدہ استاذ مرحوم دعا کراتے تھے،علم الصیغہ پڑھنے والی جماعت کے طلباء کو سال میں کئی دفعہ اپنی طرف سے اور کبھی مدرسہ کی انتظامیہ سے درخواست کرکے راندیر کی مشہور ’’آلو پوری،، کھلاتے تھے۔

صلوۃ التسبیح

حضرت کا ایک خاص معمول ذکر کرنا ہے، اس سے پہلے اس عمل کے تعلق سے کچھ ضروری باتیں رقم کرتا ہوں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ اے چچا جان! کیا میں تم کو کچھ عطیہ نہ کروں کہ جب تم ان کو انجام دو تو اللہ تعالی اس عمل کی بدولت تمہارے اگلے، پچھلے، قدیم، جدید، خطا سے ہو یا عمد سے، چھوٹے ہوں یا بڑے، پوشیدہ ہو یا علانیہ تمام قسم کے گناہوں کو معاف فرمادیں، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صلوۃ التسبیح کی نماز تعلیم فرمائی تھی۔

علماء نے لکھا ہے کہ نفل نمازوں میں صلوۃ التسبیح کا ایک خاص درجہ ہے اس لئے کہ اس نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیہ، تحفہ، بخشش اور خوش خبری فرمایا ہے، اس لئے حسب سہولت اس نماز کو معمولات زندگی میں شامل کرنا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "صلوۃ التسبیح،، پڑھنا اکثر صالحین امت کا معمول رہا ہے (معارف الحدیث ج۳ص۳۷۱)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے صلوۃ التسبیح کی نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں، اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہے کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس وجہ سے ان اذکار و دعوات والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں، ان کے لئے یہی

صلوۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لئے عوام کے لئے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے یہ بات بھی ذکر فرمائی تھی کہ اگر ہوسکے تو اس نماز کو روزانہ پڑھو، یہ نہ ہوسکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھو، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھو، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہئے۔

قابل رشک معمول

حضرت کا صلوۃ التسبیح یومیہ پڑھنے کا معمول تھا، ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول نمبر پر جو چاہت تھی اور جو اس نماز کی ادائیگی کا اعلی درجہ ہے حضرتؒ کا اسی پر عمل تھا۔

امامت

فقیہ العصر، سید السادات، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ راندیر کی ہجیرہ مسجد جس کو بڑی مسجد بھی کہا جاتا ہے میں امامت کی خدمت سے وابستہ تھے، رشتہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے استاذ مرحوم داماد ہوتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ کا مکان مسجد سے کچھ فاصلہ پر تھا، حضرتؒ نماز ظہر سے پہلے فتوی نویسی میں مشغول ہوتے، بعض مرتبہ وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، گھڑی پر جب نظر

پڑتی تو دیکھتے کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے، جلدی سے مسجد پہنچتے، اتنا وقت نہیں ہوتا کہ نماز ظہر سے پہلے کی سنت ادا کر سکے، تو حضرت مفتی صاحبؒ امامت نہیں کراتے تھے استاذ مرحوم سے فرماتے کہ تم نماز پڑھا لو، حضرتؒ کو حضرت مفتی صاحب کے مصلی پر کئی مرتبہ امامت کا شرف حاصل رہا ہے۔

مزاح

مزاج میں مزاح بھی خوب تھا، طلباء، اساتذہ سے مزاح فرماتے تھے، امتحان ہال میں جس کسی استاذ کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اس کو خوب ہنساتے تھے۔

ہدیہ کا ہدیہ

حضرت شیخ اجمیریؒ سے بڑے اچھے تعلقات تھے، دوران درس کئی مرتبہ سنایا کہ شیخ اجمیریؒ جب کہیں نکاح پڑھانے تشریف لے جاتے تو مجھے بھی ساتھ لیجاتے تھے، حضرت کو ہدیہ میں جو چیز دی جاتی اس میں towel بھی ہوتے تھے، فرمایا کہ اولاً تو حضرت ہدیہ لینے سے منع کرتے، میزبان مصر ہو جاتے تو ان کا دل رکھنے کے لئے قبول کر لیتے اور وہ چیز مجھے ہدیہ کر دیتے۔

عاشق قرآن

کرتے شب و روز تلاوت قرآن تھے
تھی تلاوت خوب عاشق قرآن تھے

(سلام لاجپوری)

حضرت الاستاذؒ کو قرآن کریم کی تلاوت سے خوب شغف تھا، کہہ سکتے ہیں کہ عاشق قرآن تھے، فرماتے تھے کہ میں حافظ قرآن نہیں ہوں مگر کثرت تلاوت کی وجہ سے قرآن کریم کا کافی حصہ مجھے حفظ ہو چکا ہے اس کی وجہ سے نماز میں کسی کو غلطی لگتی ہے تو مجھے غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔

ناز

شاگردوں پر مرے مجھے خوب ناز ہے
ہے ان میں کوئی کوہ نور تو کوئی سر کا تاج ہے

(سلام لاجپوری)

حضرت اپنے باصلاحیت شاگردوں پر ناز فرماتے تھے، فرماتے تھے کہ روز قیامت خدا تعالی مجھ سے پوچھے گا کہ محی الدین کیا لایا؟ تو کہوں گا دو محدث اور تین داعی اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں، دو محدث سے مراد حضرت مفتی احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا یعقوب صاحب سارودی، اور تین داعی سے مراد حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا سلیمان جھانجیؒ (حیات عارف ص ۱۴۱ بتغیر)

ایں ہمہ خانہ آفتاب است

خاندان قاضی کا رہا علم سے لگاؤ ہے
بہتا رہا اس میں خوب علمی فیضان ہے

استاذ مرحوم علمی گھرانے کے فرد تھے، آپ کے بعد بھی ماشاء اللہ آپ کے خاندان میں علمی سلسلہ جاری ہے، صاحبزادگان، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں ماشاء اللہ ان میں کوئی حافظ قرآن ہے، تو کوئی عالم دین اور کوئی مفتی، اللہ تعالی بعافیت یہ علمی ونورانی سلسلہ تا قیامت جاری رکھے، آمین

دعا ہے کہ رب کریم آپ کی تمام علمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے، آمین

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اک جسم ناتواں کو توانائی دے گیا

قدوۃ الکاملین، زبدۃ العارفین حضرت مولانا
مفتی عارف حسن عثمانی رحمہ اللہ
سابق استاذ الحدیث والتفسیر دار العلوم اشرفیہ، راندیر

آتے ہیں خوب یاد استاذ مرحوم مفتی عارف عثمانی

چہرہ تھا نورانی باتیں تھی عرفانی

تھے بڑی خوبیوں کے مالک عارف حسن عثمانی

تھے عاشق قرآن کرتے تھے تفسیر قرآنی

تھے بڑی خوبیوں کے مالک مفتی عارف عثمانی

تھے شریف النفس اور عالم ربانی

چمکتا تھا پیشانی سے نور ایمانی

خود بھی تھے عالم دین والد بھی تھے عالم حقانی

تربت پہ ان کی برستا رہے فضل یزدانی

سعادت تو دیکھئے صاحبزادگان بھی ہے عالم ربانی

ایں سعادت بزور بازو نیست ہے یہ فضل ربانی

تھے امام مسجد کرتے تھے خوب تلاوت قرآنی

سجتی تھی ماہ مبارک میں محفل قرآنی

لوگ جوق در جوق آتے تھے سننے تفسیر قرآنی

سنتے تھے بڑے غور سے نکات قرآنی

ہے استاد زادوں میں بھی والد کی طرح

وہی ذوق قرآنی کرتے ہیں وہ بھی تفسیر قرآنی

ہے مسجد میں اب بھی جاری فیض عثمانی
چلتا رہے بعافیت یہ سلسلہ بفضل سبحانی
کی طویل عرصہ خدمت قرآنی
ہوئی وفات تو تھا ماہ رمضان یعنی ماہ قرآنی

بخشا تھا خدا نے بڑا اونچا مقام

تھا نام مبارک عارف حسن
تھی علم دین سے خوب لگن
کرتے تھے بیاں علوم و معارف
استاذ مکرم مفتی عارف
تھے حضرت بڑے خوش قسمت
جڑی تھی خاندان سید سے نسبت
راندیر اشرفیہ میں تھے استاذ حدیث
تھا طلباء میں مقبول درس حدیث
رہا تا دم حیات اشرفیہ سے جڑاؤ
تفسیر قرآن کی طرف تھا خوب جھکاؤ
تھے مسجد ہجیرہ کے پیش امام
اک طویل عرصہ دی امامت کی خدمت انجام
تھا بڑا پیارا انداز تفہیم
تھے بڑے ذکی اور ذہین و فطین
کرتے تھے تلاوت قرآن بھی خوب
تھے سب مقتدیوں کے بڑے محبوب

ماہ رمضان میں پائی وفات
تھی آپ میں بڑی عظیم صفات
رکھتے تھے اپنے کام سے کام
بخشا تھا خدا نے اونچا مقام
حاصل ہوئی آپ کو یہ بھی سعادت
کی تھی مفتی لاجپوری کے جنازے کی امامت
دین کی خاطر دی خوب قربانی
تھا خاندان خاندان عثمانی
سلام کی دعا خدا قبول کرے
آپ کی تمام خدمات مقبول کرے

تفصیلات

ولادت۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء مطابق ۶ ذی الحجۃ ۱۳۶۷ھ بروز اتوار بوقت صبح صادق ''کالوپور احمد آباد،،۔

ابتدائی تعلیم۔ ''بمبئ،، میں حاصل کی جسے آج کل ممبئ کہا جاتا ہے۔

حفظ قرآن۔ ابتدائی چند پارے بمبئ میں اور تکمیل ''آگرہ،، میں کی۔

درجۂ عالمیت۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ آگرہ میں حاصل کی اور تکمیل وسند فضیلت وفراغ ام المدارس ''دارالعلوم دیوبند،، سے ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں۔

افتاء۔ ۱۹۷۷ء میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند سے۔

تدریس وامامت۔ علوم آلیہ کی تحصیل کے بعد دو سال تک ''دارالعلوم گلزار حسینیہ اجراڑہ ضلع میرٹھ یو۔پی،، میں تدریسی خدمت انجام دی، بعدہ احمد آباد میں چھ سال تک افتاء کی خدمت کے ساتھ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے، بعدہ ''قریۃ الصالحین راندیر،، تشریف آوری ہوئی، دارالعلوم اشرفیہ میں تقریبا پچیس سال تک درجۂ عالمیت کے اسباق پڑھائے، ساتھ راندیر کی بڑی مسجد میں تقریباً ۲۵ سال تک امامت وخطابت کے فرائض بھی بحسن وخوبی انجام دیئے۔

عقد مسعود۔ دارالعلوم اشرفیہ کے استاذ مرحوم فقیہ العصر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ کے بڑے داماد حضرت مولانا سید قاضی محی الدین صاحب (المعروف بہ قاضی ماما) کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

اولاد۔ چار بیٹے تھے، پہلے بیٹے کا انتقال جس کا نام ''محمود الحسن،، تھا پیدائش کے تین روز بعد ہو گیا تھا ،بقیہ تین صاحبزادے ماشاء اللہ بقید حیات ہے، تینوں صاحبزادگان شاہد حسن عثمانی ، محمد عادل عثمانی، عتاب احمد عثمانی عالم وفاضل ہے اور خاندان کی دینی روایت کو بحسن وخوبی سنبھالے ہوئے ہیں۔

انتقال۔٦ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۷ اگست ۲۰۱۰ء بروز پیر ہوا۔

آخری آرام گاہ۔راندیر کے قدیم ومشہور قبرستان گورغریباں جس میں بڑے بڑے علماء کرام، اولیاء عظام آرام فرما رہے ہیں یہ ساڑھے تین سو سالہ پرانا قبرستان بتایا جاتا ہے میں تدفین عمل میں آئی، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے پہلو میں آرام فرما ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیریؒ ،خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ اور استاذ مرحوم حضرت مولانا سید قاضی محی الدین صاحبؒ کی قبریں بھی قریب ہی میں ہیں۔

عالم باعمل

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(اقبال)

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانش مند　　　　چار پائے برو کتابے چند

علم چاہے جتنا بھی حاصل کرلو اگر تمہارے اندر عمل نہیں ہے تو تم بے وقوف ہو، اگر کسی چوپائے پر چند کتابیں لا دی جائیں تو وہ محقق یا دانش مند نہیں ہو جائے گا۔

معلوم ہوا کہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، استاذ مرحوم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالی نے علم کے ساتھ عمل کی توفیق سے بھی نوازا تھا، آپ عالم باعمل تھے۔

خلاصۂ تقریر

حضرت کا ایک مرتبہ لاجپور کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے بیان ہوا، تقریر کا عنوان تھا اہمیت ایمان وحفاظت ایمان، حضرتؒ نے ایمان پر خاتمہ ہو اس کے لئے تین دعائیں ذکر کی تھیں۔

(۱) ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ، انک انت الوھاب

ترجمہ۔ اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو حق سے نہ ہٹا بعد اس کے کہ آپ نے حق کی طرف راستہ دکھلایا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرما (یعنی صراط مستقیم پر جما کر رکھ) آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

(حضرت تھانویؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''کشکول معرفت ص ۳۰ پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد الحاح یعنی

عاجزی وانکساری سے اورگڑگڑا کر مانگ لیا کرے)

(۲)فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا دنیا اور آخرت میں کارساز ہے،تو مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صلحاء کے ساتھ ملادے۔

(حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اپنی مشہورزمانہ تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعا موت کی نہیں بلکہ حسن خاتمہ کی دعا ہے،حسن خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں، نیز لکھتے ہیں کہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں، یہ دعا ہر مسلمان کو مانگتے رہنا چاہئے)

(۳)اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک، ویا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک

اے اللہ! تو دلوں کو پھیرنے والا ہے ہمارے دلوں کو نیک کاموں کی طرف پھیر دے،اور اے اللہ تو دلوں کو الٹنے پلٹنے والا ہے ،ہمارے دلوں کو دین اسلام پر جمادے۔

شفقت

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے انتقال کے بعد گاؤں لاجپور میں

تعزیتی اجلاس منعقد ہوا تھا، بندے سے بھی کہا گیا کہ تجھے بھی کچھ بولنا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں کچھ معلومات جٹانے راندیر پہنچا حضرت کی خدمت میں، اس موقع پر حضرتؒ نے پہلے تو یہ کہا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کا طبیعت پر اب بھی اثر ہے لہذا میرے لئے کچھ کہنا فی الحال مشکل ہے، میں خاموش ہوگیا، کچھ دیر بعد حضرتؒ گویا ہوئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے گزشتہ سال رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھے حالانکہ آپ کی طبیعت ناساز تھی سوسال کے قریب عمر تھی، نیز پورا مہینہ اپنے گھر میں چند احباب کے ساتھ نماز تراویح بھی تیمّم کر کے ادا فرمائی۔

سحر

بندے کی ۲۰۰۹ء میں انڈیا حاضری ہوئی، حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوکر اپنی ایک پریشانی کا ذکر کیا، پریشانی یہ تھی کہ بندے نے جب مسجد قبا میں امامت شروع کی اس وقت تلاوت قرآن میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں تھا، مگر پھر اچانک تلاوت قرآن میں خاص کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت میں دشواری پیش آنے لگی، اس کا حضرتؒ سے ذکر کیا، گفتگو سن کر حضرتؒ نے فرمایا کہ تو جس مسجد میں امام ہے وہاں چند سال پہلے میری بھی حاضری ہوئی تھی، میں جب نماز پڑھنے جا رہا تھا تو مسجد سے باہر مین روڈ پر کچھ ایسی چیزیں پڑی ہوئی دیکھی تھی جس کا تعلق سحر سے ہے، نیز فرمایا کہ تمہارے علاقہ میں جو ایک قوم بستی ہے وہ سحر میں بڑی ماہر سمجھی جاتی ہے اس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارہ موجود ہے، ہوسکتا ہے........

معذرت

بندے نے ایک مرتبہ بذریعہ فون حضرتؒ کو مسجد قبا، میں رمضان المبارک میں بیان کے لئے دعوت پیش کی، تو معذرت پیش کی اور انکار کی تین وجوہات بیان فرمائی۔

(۱) جس مقصد کے لئے دعوت دی جارہی ہے وہ مقصد یہاں رہ کر بھی حاصل ہے، حضرت ہر سال رمضان المبارک میں راندیر کی بڑی مسجد جہاں کے آپ خطیب تھے درس قرآن بیان کرتے تھے، درس قرآن میں راندیر اور اطراف راندیر سے کافی لوگ حاضری دیتے تھے۔

(۲) برطانیہ میں بڑے علماء تشریف لاتے ہی رہتے ہیں، انڈیا میں وہاں کی نسبت زیادہ ضرورت ہے۔

(۳) حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری بیمار چل رہے ہیں انہیں اس حالت میں دیکھتے ہوئے ہندوستان سے باہر کسی جگہ جانے کو دل نہیں کرتا، (حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب کی چاہت تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت الاستاذؒ پڑھائے، جیسے حضرت مولانا عبد الماجد صاحب دریابادیؒ کی چاہت تھی کہ ان کی نماز جنازہ اگر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ حیات ہو اور وہ جنازہ میں پہنچ سکتے ہو تو وہ پڑھائے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ نماز جنازہ پڑھائے، نیز حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ علی میاں وہ ہے کہ ان

کی پیدائش اللہ تعالی نے اس مٹی سے فرمائی ہے جس پر تیمّم کرنا جائز ہے یعنی پاک مٹی سے اشارہ تھا آیت وضو کی طرف ''فتیمموا صعیدا طیبا ،، اللہ تعالی نے حضرت الاستاذؒ کے حصہ میں یہ سعادت مقدر فرمائی کہ آپ ہی نے مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبد الرحیم صاحبؒ کی نماز جنازہ کی امامت کرائی تھی، نیز خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ کی نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی تھی)۔

علم وخشیت لازم وملزوم ہیں

جس طرح آگ کے لئے حرارت اور برف کے لئے برودت لازم ہے، اسی طرح علم صحیح کے لئے خشیت لازم ہے، اگر خشیت نہ ہوتو علم صحیح اس کو نہ کہا جائے گا کہ انتفا لازم انتفا ملزوم کو مستلزم ہے اور یہ لازم منصوص ہے لقولہ تعالی شانہ ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ، ترجمہ۔خدا تعالی سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا علم) رکھتے ہیں اور لقولہ علیہ السلام واللہ انی لاعلمکم باللہ عز وجل واخشکم لہ،، استاذ مرحوم کی شخصیت میں علم صحیح کی برکت سے خوف خدا اور خشیت الہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کا ایک عالم دین کے اندر ہونا بہت ضروری ہے۔

مقصد وعظ

امام غزالیؒ ''ایھا الولد ،، نامی کتاب میں میں وعظ سے متعلق لکھتے ہیں کہ در اصل نیت یہ ہونی چاہئے کہ وعظ کے ذریعہ خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے، گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے، حرص سے زہد کی طرف، کنجوسی سے

سخاوت کی طرف، ریا کاری سے خلوص کی طرف، تکبر سے انکساری کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، اور غرور سے پرہیز گاری کی طرف بلائے (مجموعہ رسائل امام غزالیؒ جلد اول ص ۱۷۵)

حضرتؒ نے مخلوق خدا کو ''وعظ ونصیحت،، کے ذریعہ خوب فائدہ پہنچایا آپ کے ''وعظ،، میں وہ تمام باتیں پائی جاتی تھیں جس کی طرف امام غزالیؒ نے اشارہ کیا ہے۔

برائی سے روکنے میں بھی احتیاط سے کام لیں

وعظ ونصیحت کوئی ہتھوڑا نہیں ہے کہ جس کے سر پر چاہا جب چاہا مار دیا بلکہ اس کے بھی اصول وقواعد بیان کئے ہیں جس کی طرف سے آج کل بہت غفلت برتی جارہی ہے مگر حضرت مفتی صاحبؒ وعظ ونصیحت کے تمام اصول وقواعد کا لحاظ فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے امر بالمعروف کے ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ جب کسی برائی پر روک ٹوک کرنے سے کسی دوسری برائی کے رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو روک ٹوک سے پرہیز ضروری ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''**من رای من امیرہ ما یکرہ فلیصبر** (مشکوۃ شریف کتاب الارۃ والقضاۃ) جو شخص اپنے امیر کی طرف سے ناپسندیدہ باتیں دیکھے تو اسے برداشت سے کام لینا چاہئے، اس بارے میں جوش اور جلد بازی کی روش اختیار کرنے سے ملت کے اندر بڑے بڑے فتنے کھڑے ہو چکے ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے اسلام میں جس قدر

چھوٹے بڑے فتنے ظاہر ہوئے ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برائیوں کی روک تھام میں بے تدبیری اور جلد بازی کی روش کو بڑا دخل رہا ہے،لوگوں نے برائیوں کو دور کرنا چاہا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے بڑی برائیاں پیدا ہوگئیں (اعلام الموقعین جلد نمبر ۳ص ۲۸)ابن قیمؒ نے ابن تیمیہؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ تا تاری فتنے کے عہد میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کچھ ایسے لوگوں پر گذرے جو شراب نوشی کا شغل کر رہے تھے،امام کے ساتھیوں نے روکنا چاہا لیکن امام نے ان کو باز رکھا اور ان سے کہا کہ خدا تعالی نے شراب سے روکا ہے اس لئے کہ وہ ذکر اللہ اور نماز سے باز رکھتی ہے لیکن یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ انہیں شراب نوشی کا مشغلہ قتل وغارت گری اور لوٹ مار سے روکتا ہے لہذا انہیں اس مشغلہ میں لگا رہنے دو (اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ص ۲۷)

ایک اہم وصف

ایک امتیازی وصف ''گفتار،، میں صرف احتیاط نہیں بلکہ کمال درجہ کا احتیاط تھا،آپ نہ بلاضرورت کلام فرماتے تھے اور نہ ہی زائد از ضرورت کلام فرماتے تھے،مشہور ہے کہ ''تول مول کہ بول،،صحیح معنی میں یہ وصف کسی کے اندر عملی طور پر دیکھا جا سکتا تھا تو ان میں سے ایک نام استاذ مرحوم کا لیا جا سکتا ہے،ورنہ آج بلاضرورت اور بلا وجہ بہت زیادہ بولنے کا لوگوں کو مرض لاحق ہوگیا ہے یہ چیز مستقل ایک بیماری کا روپ دھارن کر چکی ہے اور اس کے کیا کچھ فتنے رونما ہو رہے ہیں اسے بیان کی ضرورت نہیں ہے ''عیاں راچہ بیاں،،

دورِحاضر کے دومرض

پہلے صوفیہ سلوک کو طے کرنے میں تین باتوں پر بہت زور دیتے تھے(۱) کم خوردن (۲) کم خفتن (۳) کم گفتن کم کھانا، کم سونا، کم بولنا پھر حالات زمانہ اور لوگوں کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اس میں کچھ چھوٹ دیدی گئی کہ اب اگر کھانے کی مقدار کو کچھ بڑھادیا جائے اور سونے کی مقدار میں بھی اضافہ کر دیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر ایک کام یعنی ''کم گفتن اس کو بدستور باقی رکھا گیا مگر اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ راہ سلوک طے کرنے والے حضرات بھی بسیار گوئی کا شکار نظر آتے ہیں، ضرورت بلاضرورت یہ مشین بغیر کسی رعایت کے چلتی ہی رہتی ہے، اس کا نقصان یہ ہورہا ہے کہ کھانے کی مقدار کو بہت زیادہ بڑھادیا گیا تو طرح طرح کی بیماریوں نے گھر کرلیا ہے، اور بولنے کی مقدار کو زائد از ضرورت کر دیا گیا تو اب نئے نئے فتنے ہر جگہ رونما ہورہے ہیں اور اس سے نہ اب دینی جماعت بچ پارہی ہے اور نہ ہی دینی جامعات اللہ تعالی ہم سب کی بسیار گوئی کی لت سے حفاظت فرمائے، آمین۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بہ نطق آدمی بہتر است ز دواب　　　دواب از تو بہ گر نگوئی صواب

گویائی کی وجہ سے آدمی جانوروں سے افضل ہے اگر تو ٹھیک بات نہ کہے تو تجھ سے جانور بہتر ہیں

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم　　　بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

زبان کٹا ہوا اور گوشہ میں بہرا گونگا بنا بیٹھا ہوا انسان اس سے بہتر ہے جس کی زبان قابو میں نہ ہو

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔

احفظ لسانک ایها الانسان لا یلدغنک انه ثعبان

اے انسان زبان کی حفاظت کروہ کہیں تجھے ڈس نہ لے کیونکہ یہ اژدھے کی طرح ہے۔

خاموشی

کہتے ہیں کہ جب تک انسان بولتا نہیں ہے وہاں تک الفاظ اس کے غلام ہوتے ہیں اور جب وہ الفاظ کی ادائیگی کرلیتا ہے تو وہ الفاظ کا غلام ہوجاتا ہے، استاذ مرحوم ''من صمت نجا،، کا عملی پیکر تھے

لب خاموش کا سارے جہاں میں بول بالا ہے
وہی محفوظ ہے یہاں جس کی زبان پہ تالا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے ''من صمت نجا،، جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی، دوسری روایت میں فرمایا ''**من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت**،، جو شخص اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ جب بولے تو خیر کی بات بولے یا خاموش رہے۔

سلامتی

طریق السالکین میں لکھا ہے کہ ہر مکلّف شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر طرح

کے کلام کے وقت اپنی زبان کی حفاظت کرے اور صرف وہ بات کرے جو مصلحت کے مطابق ہو، اور جہاں بولنے اور نہ بولنے کی مصلحت برابر ہو وہاں ''خاموش رہنا سنت ہے،، اس لئے کہ بعض مرتبہ جائز اور صحیح گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور یہ ایک عام بات اور سلامتی سے زیادہ بڑھ کر کوئی شئے نہیں ہے۔

دربیان فوائد خاموشی

خاموشی کے دینی و دنیوی بہت سے فوائد ہے، کہا جاتا ہے کہ ''بولنے میں ایک گن اور نہ بولنے میں نو گن ہے، درجۂ عالمیت میں جن مدارس میں فارسی کے درجات ہے وہاں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے ''پندنامہ،، یعنی نصیحت نامہ مشہور صوفی فریدالدین عطارؒ کی تحریر کردہ ہے اس میں ایک عنوان ہے

''دربیان فوائد خاموشی،،

خاموشی کے فوائد کے بیان میں

اس کے تحت بڑی اچھی باتیں تحریر فرمائی ہے، فرماتے ہیں ؎

اے برادر اگر تو ہستی حق طلب　　　جز بہ فرمان خدا مکشائی لب

اے بھائی اگر تجھے حق کی تلاش ہے تو اللہ تعالی کے حکم کے علاوہ لب مت کھول

گر خبر داری زحی لا یموت　　　بر دہان خود بنہ مہر سکوت

اگر زندہ اور کبھی نہ مرنے والی ذات سے آگاہ ہے تو اپنے منہ پر (نازیبا باتوں سے خاموشی کی مہر لگادے

اے پسر پندو نصیحت گوش کن　　گر نجاتے بایدت خاموش کن

اے لڑکے وعظ و نصیحت سن لے اگر نجات کا طلب گار ہے تو خاموشی اختیار کر

ہر کہ را گفتار بسیارش بود　　دل درون سینہ بیمارش بود

جو شخص زیادہ بولتا ہے اس کا سینہ میں رہنے والا دل بیمار (مردہ) ہو جاتا ہے

عاقلاں را پیشہ خاموشی بود　　پیشۂ جاہل فراموشی بود

عقلمندوں کا طریقہ چپ رہنا ہے اور جاہل کا شیوہ بھول جانا (اور بکواس ہے)

اے برادر جز ثنائے حق مگو　　قول خود را از برائے دق مگو

اے بھائی اللہ تعالی کی تعریف کے علاوہ کچھ نہ کہو دوسروں کو پریشان کرنے کی خاطر گفتگو نہ کرو

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن　　گرچہ گفتارش بود در عدن

زیادہ بولنے سے دل جسم میں مردہ ہو جاتا ہے خواہ بولنے والے کی گفتگو عدن کا موتی ہی کیوں نہ ہو

آنکہ سعی اندر فصاحت می کند　　چہرۂ دل را جراحت می کند

جو زیادہ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے دل کے چہرہ کو زخمی کر لیتا ہے

رو زباں را در دہاں محبوس دار　　وز خلائق خویش را مایوس دار

زبان منہ میں قید رکھ کر زندگی بسر کر اور لوگوں سے زیادہ توقعات نہ رکھ

ہر کہ او بر عیب خود بینا شود　　روح او را قوتے پیدا شود

جسے اپنے عیب دکھائی دینے لگتے ہیں اس کی روحانی قوت بڑھ جاتی ہے۔(پندنامہ ص۱۲۔۱۳ بتغیر)

''دیوان الامام الشافعی،، میں ایک عنوان ہے''الصمتُ اجمل ،،اس کے تین شعر ملاحظہ کیجئے۔

لا خیر فی حشو الکلام　　　اذا هتدیت الی عیو نه

فضول گفتگو اچھی چیز نہیں ہے　　　اگر چہ تو قادر الکلام ہو

والصمت اجمل بالفتی　　　من منطق فی غیر حینه

شریف آدمی کے لئے خاموشی اچھی ہے　　　بے موقع گفتگو کرنے سے

وعلی الفتی لطباعه　　　سمة تلوح علی جبینه

اور شریف آدمی کی شرافت کی علامت　　　اس کی پیشانی سے ظاہر ہوتی ہے

حضرت امام شافعیؒ، شیخ سعدیؒ اور فریدالدین عطار رومیؒ نے جو باتیں بیان کیں وہ سب باتیں اللہ تعالی نے استاذ مرحوم میں ودیعت کی تھی۔

غیبت سے پرہیز

امام بخاریؒ سے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی کسی کی غیبت نہیں کی، حضرت استاذ مرحوم کو بھی ہم نے دیکھا اور خوب دیکھا طالب علمی کے دور میں بھی اور دارالعلوم کی چہار دیواری سے نکلنے کے بعد بھی، درس گاہ میں بھی اور درس گاہ سے باہر بھی، خلوت میں بھی جلوت میں بھی، درس دیتے ہوئے بھی اور منبر ومحراب سے وعظ و

نصیحت کرتے ہوئے بھی غیبت سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام دیکھا بلکہ اس سے آگے اس کا بھی اہتمام فرماتے کہ کبھی کوئی ایسا جملہ بھی منہ سے نہ نکلے کہ جس سے غیبت کا شبہ بھی ہو، غیبت بڑا نقصان دہ عمل ہے، فرید الدین عطارؒ ''پند نامہ،، میں بیان کرتے ہیں کہ اس سے ''ایمان،، کو نقصان پہنچتا ہے، فرماتے ہیں۔

پاک دار از کذب و از غیبت زباں تا کہ ایمانت نیفتد در زباں

زبان کو غیبت اور جھوٹ سے بچا تا کہ تیرے ایمان کو نقصان نہ پہنچے

امام شافعیؒ غیبت سے متعلقؒ فرماتے ہیں۔

لیس الذئب یاکل لحم ذئب ویاکل بعضنا بعضاً عیاناً

بھیڑیا بھیڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا جبکہ ہم علی الاعلان ایک دوسرے کا گوشت کھاتے ہے۔

مولانا عبدالصمد صارم ازہری نے شرح اسماء الحسنی میں ایک رباعی تحریر کی ہے جو آج کے دور کی صحیح عکاسی کرتی ہے، لکھا ہے۔

مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے
کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے
یاں بھائی کو بھائی سے گذر ہے
نہ ملا نہ صوفی کو اس سے حذر ہے

بدترین غیبت

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ سب سے ''بدترین غیبت،، وہ ہے جس کا رواج مقتدا اور دیندار لوگوں میں ہو رہا ہے، کیونکہ وہ غیبتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں، ان کی غیبتیں بھی نرالے انداز کی ہوتی ہیں، مثلاً کہیں گے کہ فلاں شخص کی بڑی اچھی حالت ہے اگر اس میں حرص دنیا کا شائبہ نہ ہوتا جس میں ہم مولوی لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، اس ''فقرہ،، سے جو کچھ مقصود ہے وہ ذرا سے تامل سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا ''بے صبرا ہونا ظاہر کرتے ہیں،، اور اپنی طرف حرص کی نسبت اس نیت سے کرتے ہیں کہ سننے والا ان کو متواضع سمجھے اور یہی غیبت ہے ساتھ ہی ریاکاری بھی ہے، زیادہ تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ یہ حضرات غیبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیبت سے محفوظ اور پارسا سمجھتے ہیں (اصلاحی مواعظ ص ۲۷ بتغیر)

ہماری مجالس وبال ہے

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے کہ ہماری مجالس وبال ہی ہیں جب تک کہ ذکر و شغل ہو، یا علم کی باتیں ہو، مگر عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں تو چونکہ کوئی علم تو ہوتا نہیں کہ علمی گفتگو ہو، فکر اتنی نہیں ہے کہ آخرت کا تذکرہ ہو، تو اب غیبت شروع ہو جاتی ہے، اور غیبت ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے قلب کا نور رخصت ہو جاتا ہے۔

غیبت سے بچنے کی ایک تدبیر

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ غیبت سے بچنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ بلا ضرورت غیروں کا تذکرہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھے بعدہ پوری امت کو اس ''گناہ عظیم،، سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں غیبت سے بچنا مشکل ہے ان کے لئے استاذ مرحوم کی زندگی ایک بہترین اسوہ اور نمونہ ہے کہ جو بچنا چاہے وہ آج کے اس دور میں بھی بچ سکتا ہے۔

منبر پر وہ کیا برسائیں گے

حضرت کا ایک اہم وصف ''علم پر عمل،، تھا آپ ''عالم باعمل،، تھے، ایک عالم اور واعظ کو ''عمل،، کا پابند ہونا چاہئے، بغیر عمل کے صرف ''قول،، مفید اور مؤثر نہیں ہوتا، صاحب قصیدہ بردہ نے ''قول بلا عمل،، سے مغفرت طلب کی ہے، ''استغفر الله من قول بلاعمل،، یعنی میں اللہ تعالیٰ سے اس قول سے پناہ چاہتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔

جب نور نہیں خود ہی دل میں
منبر پر وہ کیا برسائیں گے

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

ان الفقیه هو الفقیه بفعله — لیس الفقیه بنطقه و مقاله

اصلی عالم وہ عالم ہے جو باعمل ہو وہ نہیں جس کا علم اس کی زبان تک محدود ہو۔

اعزاز

یہ دل کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

حضرت اپنے آپ کو مٹائے ہوئے تھے، عالم کے اندر اس وصف کا ہونا بہت ضروری ہے۔ لقولہ تعالیٰ شانہٗ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء حق تعالیٰ کی عظمت کا استحضار انسان کو مٹا دیتا ہے، نیز دعاء نبوی ہے اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا، اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے، اس دعا کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا جائے حضرت نے خود کو مٹایا ہوا تھا اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ آپ لوگوں کی نظروں میں بڑے تھے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل
پیس گیا سرمہ تو آنکھوں میں جگہ پائی

اکابر کو اس کا بڑا اہتمام رہتا تھا، خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ حکیم الامتؒ کے در پر پہنچے تو اپنی آمد کی غرض کو یوں بیان کی ؎

میں کچھ اور خواہش آپ کے در پر نہیں لایا ہوں
مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

تصوف نام ہے اپنے کومٹا دینے کا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے پوچھا کہ حضرت تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آپ جیسے عالم فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے لیکن جو اپنے بڑوں سے سنا ہے اسی کی تکرار کرتا ہوں کہ ''تصوف نام ہے اپنے کومٹا دینے کا،،

اس بات کو مولانا رومؒ یوں بیان فرماتے ہیں کہ چاند کا نور ذاتی نہیں ہے سورج کے نور سے مستنیر ہے یعنی قمر مستنیر اور شمس منیر ہے، چاند مستفید ہے اور سورج مفید ہے، لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ جب زمین کا گولہ بیچ سے ہٹ جائے تب چودہ تاریخ کا چاند روشن ہوگا، جتنا جتنا زمین کا گولہ آتا ہے چاند اندھیرا ہوتا جاتا ہے ایسے ہی جس کے نفس کا گولہ جتنا اللہ اور دل کے درمیان آتا ہے اتنا ہی نفسانیت اور اخلاق رذیلہ سے اس کا دل اندھیرا ہوتا چلا جاتا ہے، جس کے دل کے اور اللہ کے درمیان میں پورا نفس آ گیا اس کا دل بالکل اندھیرا ہو گیا اور جس نے نفس کو پورا مٹا دیا اس کا دل بدر منیر کی طرح بالکل روشن ہو گیا، پھر اس کی تقریر میں بھی نور کامل ہوگا اور اس کے لباس میں بھی نور کامل ہوگا (مواعظ درد محبت جلد ششم ص ۷۷،۷۸)

استحضار

واقعی حق تعالیٰ کی عظمت کا استحضار انسان کو مٹا دیتا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

رخ سے کاکل ہٹا دیا کس نے
رات کو دن بنا دیا کس نے
حسن لیلی دکھا کے اے امداد
مجھ کو مجنوں بنا دیا کس نے

فوائد

علامہ خالد محمود صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی جب کسی عمل کو قبول کرلیتا ہے تو پھر اولاد میں بھی اس کے اثرات باقی رہتے ہیں، چند مثالیں

حضرت صدیق اکبرؓ صحابہ میں اولیت کے مقام پر تھے تو ان کی اولاد میں بھی یہ جھلک آئی کہ ان کی اولاد میں جس نے کوئی بڑا کام کیا اللہ تعالی نے اس کو اولیت دیدی، درس نظامی میں جو فقہ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اس میں اول درجہ کی کتاب ہے ''ہدایہ''، اس کے مصنف حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا رعب وجلال تھا حضرت عمرؓ کی اولاد میں جو بڑے لوگ ہوئے اللہ تعالی نے ان کو وہ رعب وجلال دیا کہ وہ کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے، مجدد الف ثانیؒ جہانگیر سے ٹکرائے تو ان کی اولاد میں وہی جھلک نظر آتی ہے، مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر علامہ اقبالؒ گئے تو وہاں عجیب کیفیت ان پر طاری ہوئی کہتے ہیں کہ ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
حق نے بروقت کیا جس کو خبردار

خاندان عثمانی اور خدمت قرآن

حضرت عثمان غنیؓ جامع آیات القرآن ہیں آپ نے اس امت میں قرآن کریم کی خدمت کی تو اللہ تعالی نے خدمت قرآن کی توفیق جتنی حضرت عثمانؓ کی اولاد کو دی اس کی مثال نہیں ملتی، ہندوستان میں اردو زبان کی سب سے بڑی تفسیر جو لکھی گئی دس جلدوں میں وہ ہے ''تفسیر مظہری،،اس کے مصنف ہیں'' قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ،، یہ حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان سے ہے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ نے ترجمۂ قرآن کریم کیا (گرچہ عمر کے وفا نہ کرنے کی وجہ سے خود مکمل نہ کر سکے) ان کا تعلق بھی خاندان عثمانی سے تھا، ان کی وفات کے بعد ان کے ترجمے اور حواشی کو مکمل کیا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے وہ بھی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھے، احکام القرآن پر حضرت تھانویؒ کے حکم پر مولانا ظفر احمد صاحبؒ نے کام کیا وہ بھی خاندانی نسبت سے ''عثمانی،، تھے، ماضی میں ریڈیو پاکستان کراچی سے جو تفسیر مسلسل نشر ہوتی رہی اور

پھر آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی ''معارف القرآن،، مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ان کا تعلق بھی ''خاندان عثمانی،، سے تھا، اور ماضی قریب میں ان کے لائق فائق صاجزادے شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ''آسان ترجمہ قرآن،، کے نام سے عظیم خدمت امت کے سامنے پیش کی وہ بھی ''عثمانی،،، الغرض! اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنیؓ کو قرآن مجید کی خدمت کی سعادت بخشی اور یہ سعادت پھر خصوصیت سے ان کے خاندان میں رکھ دی گئی۔

درس قرآن پر پابندی

استاذ مرحوم کا تعلق بھی ''خاندان عثمانی،، سے تھا اس کی برکت کہہ لیجئے کہ آپ کو بھی ''تفسیر قرآن،، سے خصوصی لگاؤ تھا راندیر کی بڑی مسجد جس میں آپ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے میں ہفتہ واری درس قرآن دیا کرتے تھے، ایک طویل عرصہ آپ نے اس خدمت کو استقامت کے ساتھ انجام دیا، رمضان المبارک میں تقریباً پورا ماہ مبارک آپ عوامی انداز میں قرآن کریم کی تفسیر کرتے تھے، آپ کا درس قرآن کافی مشہور تھا لوگ اس میں شرکت کے لئے راندیر اور راندیر کے اطراف سے بڑی تعداد میں آیا کرتے تھے، تقریباً پوری مسجد سامعین سے بھر جاتی تھی اور ایک خاص نظام کے تحت یہ درس قرآن گھروں میں خواتین بھی سنا کرتی تھیں، درس قرآن کی طرف سے ہمارے دیار میں بڑی غفلت برتی جاتی ہے ایسے وقت میں حضرت الاستاذ کا استقامت سے اس عمل کو انجام دینا آپ کی قرآن کریم سے محبت کی کھلی دلیل اور حضرت

شیخ الہندؒ کے خواب کی تعمیل کی ادنی کوشش تھی۔

دواہم روگ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات عشاء بعد دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ ہم نے مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں، یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ استاذ العلماء نے اسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں، فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے (۱) قرآن کریم چھوڑ دینا (۲) ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کئے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

نباض امت نے ملت مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی، باقی ایام زندگی میں ضعف وعلالت اور ہجوم مشاغل کے باوجود اس کے لئے سعی پیہم فرمائی، بذات خود درس قرآن شروع کرایا جس میں تمام علمائے شہر اور حضرت مولانا حسین احمد

مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے علماء بھی شریک ہوتے تھے، عوام بھی شرکت فرماتے تھے اس ناکارہ کو بھی اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے، پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ آج بھی مسلمان جن بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث و آفات سے دوچار ہیں اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ان کے سب سے بڑے سبب یہی دو ثابت ہوں گے قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا، غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کریم کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے، قرآن کریم پر کسی درجہ میں بھی عمل ہوتا تو خانہ جنگی یہاں تک نہ پہنچتی (وحدت امت ص ۴۰، ۴۱ بتغیر)

اقبال نے بالکل صحیح کہا ہے۔

درس قرآن گر زمانہ نے نہ بھلایا ہوتا

یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہندؒ کی ان دو عظیم ہدایت پر امت مسلمہ کو پوری توجہ دینے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت الاستاذ پوری زندگی حضرت شیخ الہند کی اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ آمین

حیا ایمان کا جز اور مومن کی سرشت ہے

وعن انسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان الفحش في شئى الا شانه، وما كان الحياء في شئى الا زانه (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فحش

گوئی ہر بات کوعیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء ہر بات کو زینت عطا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالی نے حضرت میں یہ دونوں وصف ودیعت فرمائے تھے،حیا تو آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ،حیا ایسی بڑی نعمت ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالی عطا فرما دیتا ہے وہ بہت سی برائیوں اور بری باتوں سے بچ جاتا ہے،امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ حیا ایک وصف ہے جس سے انسان میں ہر برائی سے ایک طبعی انقباض پیدا ہوتا ہے اور ایک طبعی گریز پیدا ہوتا ہے،حیا دراصل جبن اور عفت کا مرکب ہے اس لئے حیا والا آدمی فاسق نہیں ہوتا،حیا ایمان کا جزء اور مومن کی سرشت ہے(تحفۃ الاحوذی ج٦ص٩٨)

ملفوظات

(۱)''نمرود،، بروزن امرود ہے۔

(۲)معبودان باطلہ کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کی حفاظت کرنی پڑتی ہے،اور حقیقی معبود اپنے بندوں کی حفاظت کیا کرتا ہے۔

(۳)نمرود سامی النسل تھا بالکل سیاہ فام، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے''سام،،کی اولاد میں سے تھا جیسے ہندوستان میں ایک قوم ہے''بھیم،، یہ بھی سامی النسل میں سے ہے۔

(۴)جو جتنا مالدار ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا ہے،غریب تو اپنا کام خود کر لیتا ہے،اپنا بستر خود بچھا لیتا ہے، کپڑے خود دھو لیتا ہے، کپڑے کی استری خود کر لیتا ہے، مالدار ان سب کاموں میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔

(۵) ظالم کے حق میں ہدایت نہ ہوتو اس کا مرجانا ہی بہتر ہے ''خس کم جہاں پاک،، کوڑا کرکٹ صاف ہوگیا زمین پاک ہوگئی۔

(۶) نماز حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور اور ہر زمانہ میں فرض رہی ہے ''از آدم تا ایں دم،، ہاں اس کی کمیت وکیفیت میں اختلاف رہا ہے۔

(۷) ایک آدمی نے خوب کھانا کھایا اس نے سن رکھا تھا کہ ہاضمہ کے لئے ''سیون اپ،، مشروب مفید ہوتا ہے، اس کے پینے سے سات ڈکاریں آتی ہے اور کھانا ہضم ہوجاتا ہے، چنانچہ اس نے سیون اپ مشروب خریدا اور پینا شروع کیا اسے چھ ڈکاریں منہ سے آئیں اور ایک پیچھے سے، اس پر وہ کہنے لگا کہ اس کا نام سیون اپ غلط رکھا گیا ہے اس کا نام تو ہونا چاہئے ''سکس اپ اینڈ ون ڈاؤن۔

(۸) فرمایا کہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے، واجب کا ثواب سنت سے زیادہ ہوتا ہے مگر یہاں (اس مسئلہ میں) سلام کا ثواب جو کہ سنت ہے واجب کے مقابلے زیادہ ہے، چونکہ سلام میں پہل کرنے میں دل پر بوجھ پڑتا ہے۔

(۹) استاذ مرحوم برطانیہ کے گلوسٹر شہر کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے ایک صاحب کا انتقال ہوگیا تھا میت رات بھر مسجد کے تہہ خانے میں پڑی رہی، استاذ مرحوم مسجد کے بالائی (اوپر) حصہ میں ایک کمرہ میں مقیم تھے، اس قصہ کا ایک مرتبہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جامع مسجد گلوسٹر میں ایک رات ایسی بھی آئی کہ نیچے مردہ اور اوپر زندہ بس

ہم دو ہی تھے۔

(۱۰) ہر نبی کا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوتا ہے مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب شان تھی آپ ہر آدمی کے مزاج کے موافق اس سے گفتگو فرماتے تھے، دیہاتی سے اس کے مناسب حال اور قوم کے سردار سے اس کے مزاج کے مطابق، ایک محاذ پر جب حضرت بریدہ اسلمیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا نام کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں بریدہ، اس پر آقا فرماتے ہیں ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر پوچھتے ہیں تم کس قبیلہ سے ہو وہ عرض کرتے ہیں اسلمی، اس پر فرماتے ہیں ہم سلامت رہے، اس کلام سے وہ اتنے متاثر ہوتے ہیں کہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

قابل رشک سفر آخرت

مثل شبنم آئے تھے سیر گلستاں کر چلے
خوش رہو اہل چمن ہم تو اپنے گھر چلے

روزانہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئے دن کتنے لوگ لقمہ اجل بنتے ہیں اور ہنستے کھیلتے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، یک لخت اس طرح اس دنیا کے منظر نامے سے ان کے نام ونشان مٹ جاتے ہیں کہ ان کا ذکر تو کجا نام تک لینے والا کوئی نہیں ملتا، وہ تاریخ کا ایک گم شدہ ورق بن جاتے ہیں، ہاں! ان جانے والوں میں اللہ تعالی کے کچھ ایسے برگزیدہ و پاک طینت بندے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن

اپنے پیچھے اپنی یادوں اور اعمال حسنہ کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ چھوڑ جاتے ہیں جو انہیں پس مرگ بھی زندہ رکھتے ہیں اور انہیں تاریخ میں ''حیات جاوداں،، حاصل ہوتی ہے، دین وشریعت اور قوم وملت کے تئیں انجام دی جانے والی ان کی مساعی جمیلہ اور ان کے جلیل القدر علمی ودعوتی اور اصلاحی وفکری کارہائے نمایاں لوگوں کے دلوں پر ایسے روشن وتابناک اور پائیدار نقوش ثبت کر جاتے ہیں جن کا فراموش کرنا ناممکن ہوتا ہے، ایسے ہی مقبولین بارگاہ خداوندی میں استاذ مرحوم کا شمار بھی ہوتا ہے، آپ کا سفر آخرت کا منظر بھی قابل رشک ہے، جب انتقال ہوا تو ماہ ''ماہ رمضان تھا، آپ فرض کفایہ کی ادائیگی سے فارغ ہوکر یعنی ایک مسلمان خاتون کی نماز جنازہ پڑھا کر آئے تھے، روزہ سے تھے اور دن پیر کا تھا، یہ وہی دن ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا ہے اور عمر مبارک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عمر میں دنیا سے پردہ فرمایا یعنی تریسٹھ سال تھی اور انتقال کا منظر بھی تقریباً ویسا ہی تھا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرماتے وقت تھا (اس کی تفصیل ''حیات عارف،، میں دیکھی جاسکتی ہے)

اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
نقش دوام فیض مٹایا نہ جائے گا
عمر بھر حسن عمل آپ کا بھلا سکتے نہیں
داغ آپ کی یاد کا دل سے مٹا سکتے نہیں

چند عظیم صفات کا تذکرہ

جامع المعقولات والمنقولات، آیۃ من آیات اللہ، قدسی صفات، ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحب فرنگی محلی لکھنویؒ کے بارے میں جو مرثیہ کہا گیا ہے اس میں سے چند اشعار استاذ مرحوم کیلئے عاریۃً لیتا ہوں چونکہ تقریباً وہی سب صفات اور خوبیوں سے اللہ تعالیٰ نے استاذ مرحوم کو بھی نوازا تھا۔

فاح مسک الختام فی فیه　　لاح بدر الجمال فی الوجنات

حسن صورت میں احسن المنظر　　حسن سیرت میں احسن العادات

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو　　کیا کہیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات

حاط طبعاً مکارم الاخلاق　　ناط بالطبع افصح الکلمات

تھے وہ شیریں کلام وخندہ دہن　　بات ان کی مثل قند ونبات

ہر کسی سے بخندہ پیشانی　　مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات

ان خیر الامور اوسطها　　ذاک وسط الطریق فی الحسنات

بے تعصب تھے اور با انصاف　　با متانت تھے اور بے ہفوات

نہ تھی افراط ان میں اور تفریط　　بین بین ان کے تھے سبھی حالات

وعظ میں درس میں کتابوں میں　　دفع کرتے تھے سب کے شبہات

امر حق کو وہ کرتے تھے ثابت　　پیرایہں وحل اشکالات

بیٹھے بیٹھے کیسا دل گھبرا جاتا ہے
جانے والوں کا جانا جب یاد آجاتا ہے

استاذ مرحوم حضرت مولانا محمود شبیر بن حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ، سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر

تھے مرحوم بڑے دانا و دور اندیش

تھے بڑے با ادب عالم باعمل
مشہور تھا آپ کا انصاف و عدل
خدا عطا کرے خدمت کا بدل
ملے جامعہ کو آپ کا نعم البدل
تھے کم گو رہتے تھے زیادہ تر خاموش
تھے بڑے باہمت اور باہوش
پڑھتے تھے روزانہ پابندی سے اخبار
اہم خبروں پر ڈالتے تھے نظر اک بار
ہوتا ہاتھوں میں کبھی گجرات متر کبھی سندیش
تھے مرحوم بڑے دانا و دور اندیش
دینی کتب کے مطالعہ کا بھی تھا ذوق
پڑھنا پڑھانا تھا آپ کا فطری شوق
علمی کاموں پر دیتے تھے کھل کر داد
غریب طالب کی کرتے تھے مالی امداد
جامعہ کا سنبھالا بخوبی اہتمام
کرتے تھے چھوٹے بڑے ہر اک کا احترام

جامعہ میں شروع کرایا دار الافتاء

مفتی اسماعیل سے تھا گہرا رشتہ

رکھتے تھے اپنے کام سے کام

نہیں کی خواہش کہ ہو اپنا نام

طلباء کو دیتے تھے ہر ممکن آسانی

ہے جامعہ آپ کے اجداد کی نشانی

تھے راندیر چاند کمیٹی کے بھی صدر

دیتے تھے لوگوں کو رؤیت کی صحیح خبر

کرے آپ کی تمام خدمات خدا قبول

ہو آپ سے راضی خدا اور خدا کا رسول

تفصیلات

اسم گرامی۔(مولانا)محمود شبیر بن مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

ولادت۔۲ربیع الاول ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۳جون ۱۹۵۲ء بمقام راندیر

فراغت وفضیلت۔جامعہ حسینیہ، راندیر

مزید دینی تعلیم۔ام المدارس دارالعلوم دیوبند سے

تدریس۔جامعہ حسینیہ، رابدیر

انتقال۔راندیر،سورت، گجرات

تدفین۔گورغریباں، راندیر

نسبت۔اللہ تبارک و تعالی نے راندیر جیسی علمی بستی میں پیدا فرمایا جس کو''قریۃ الصالحین،،کہا جاتا ہے، ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولی، جہاں ہر طرف علم کا ہی چرچا تھا، والد مرحوم حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

اساتذہ۔جامعہ حسینیہ، راندیر میں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند ایک اساتذہ کے اسماء گرامی اس طرح ہیں

(۱)حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ

(۲)والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

(۳)حضرت مولانا اسماعیل ملا(موٹا) راندیریؒ

(۴) حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ

(۵) حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدیؒ

(۶) حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈی والاؒ

(۷) حضرت مولانا اسلام الحق صاحبؒ

فرق

جس سال دورۂ حدیث میں تھے اس سال کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کے ذمہ ''مؤطا مالک،، کا درس تھا، درس مدرسہ کی چھٹی کے بعد دیا کرتے تھے، جس سال آپ کی جماعت دورۂ حدیث میں تھی حضرت مہتمم صاحبؒ نے مولانا غلام رسول صاحبؒ کو طلب کیا اور فرمایا کہ آئندہ کل سے ''مؤطا مالک،، کا درس آپ کے ذمہ ہے۔

مولانا نے عرض کیا کہ حضرت! اس سال نہیں، آئندہ سال ان شاء اللہ، وجہ یہ بیان کی کہ امسال آپ کے صاحبزادے مولوی محمود شبیر ''دورۂ حدیث،، میں ہیں، انہیں خوشی بھی ہوگی اور یاد بھی رہے گا کہ اس نے ''مؤطا مالک،، آپ سے پڑھی ہے، اس پر مہتمم صاحبؒ کا جواب تھا کہ میرے پاس پڑھنے میں اور تمہارے پاس پڑھنے میں کیا فرق ہے، شبیر کو ایک واسطہ سے مجھ سے تعلق ہو جائے گا، اس پر حضرت مولاناؒ نے عرض کیا کہ حضرت! کتاب آپ شروع کرادے، حضرت نے فرمایا کہ نہیں، آپ ہی کتاب شروع کرے اسی میں ان شاء اللہ خیر ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ

دارالعلوم دیوبند میں جن اساطین علم سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء اس طرح ہیں

(۱) حضرت مولانا شریف الحسن صاحبؒ

(۲) حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

(۳) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ

(۴) حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ

(۵) حضرت مولانا حسین احمد ملا بہاریؒ

(۶) حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دیوبندیؒ

(۷) حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ

(۸) حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

(۹) حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ

(۱۰) حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ

من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین

اللہ تعالی نے علم دین کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کے ملفوظات میں ہے کہ امام محمد کا جب انتقال ہوا اور حق تعالی کے یہاں پیشی ہوئی تو حق تعالی نے فرمایا، مانگو، کیا مانگتے ہو، عرض کیا ”الـــــلھــــم

اغـفـرلی ،،اے اللہ! مجھے بخش دیجئے ،ارشاد ہوااے محمد!اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو ہم تم کوعلم فقہ عطا نہ کرتے ،اس سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کا کیا برتاؤ ہوگا ،بجز علماء کے،ان کو معلوم ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ’’من یـرد الـلـه بـه خیـرا یـفقهه فی الدین ،،جس کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی چاہتا ہےاس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں،اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء ربانی جانتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں،حضرت کا شمار بھی اسی جماعت سے تھا۔

خاموش طبیعت کے مالک تھے

سب ہوں گے اپنے تعارف کی فکر میں
اس کو اس کے سکوت سے پہچانا جائے گا
تم اس خاموش طبیعت پہ طنز مت کرنا
وہ سوچتا ہے بہت اور بولتا کم ہے

حضرت کم گو طبیعت کے مالک تھے، بندہ نے کبھی کسی استاذ ،طالب علم ،یا مدرسہ کے کارکن سے بلاضرورت آپ کو گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔

خاموشی کے کچھ فوائد

خاموشی دو فریقوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا نہیں ہونے دیتی ،خاموشی آپس میں تفرقہ پیدا کرنے سے روکتی ہے، بدگمانی کو دور کرتی ہے،خاموشی مضبوط قوت ارادی کی

علامت ہے، خاموشی سے انسان اپنے کام میں لگن اور ہمت پیدا کرسکتا ہے۔

یہ اس آیت سے مستنبط ہے

ملفوظات مسیح الامت ج ۳ ص ۱۷۷ پر ہے فرمایا کہ سلوک کا مسئلہ ہے کہ جب تک کسی سے بولنے کی سخت ضرورت پیش نہ آئے نہ بولو، جس کو تقلیل کلام کہتے ہیں، یہ اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے ''**یا ایھا الذین آمنوا التقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا**، ،اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور ٹھیک ٹھاک بات کہو، اور یہ حالت بلا سکوت اور خاموش رہے حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ جس کو ہر وقت بولتے رہنے کی عادت ہوگئی ہے وہ بولنے میں احتیاط کس طرح کرسکتا ہے، بولنے میں احتیاط اور قول سدید اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ بلاضرورت کلام نہ کرے، جب بولے سوچ کر بولے، اسی کو حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے ''**من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه**،، آدمی کے اسلام کی خوبصورتی میں سے یہ بات ہے کہ لایعنی بات سے دور رہے۔

ایک اہم وصف

جامعہ میں عالمیت کی درس گاہیں مسجد کے بالائی حصہ پر ہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے سیڑھی کا سہارا لینا پڑتا ہے، سیڑھی سے قریب ہی جامعہ کا دفتر ہے، بندے نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا کہ حضرتؒ نے جامعہ کے انتظامی امور میں کبھی کوئی دخل نہیں دیا، اور نہ کبھی بلاضرورت دفتر کا رخ کیا، آپ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، حضرتؒ کے اس عمل میں مدرسین کے لئے اہم سبق ہے کہ مدرس کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے، ادارے

کے اہتمام اور انتظامی امور میں بلا اجازت دخیل نہیں ہونا چاہئے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کا ملفوظ ہے کہ مدرس کو چاہئے کہ مدرسہ میں داخل ہو، دخیل نہ ہو، آج اس معاملے میں اساتذہ کی طرف سے کوتاہی دیکھنے میں آتی ہے بعد میں ان کا یہی عمل ادارے سے اخراج کا سبب بنتا ہے۔

سابق شیخ الحدیث ام المدارس، دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ فرماتے تھے کہ مدرس کو اپنے کام سے غرض ہونی چاہئے، نظم وانتظام سے سروکار نہیں ہونا چاہئے، مدرسہ اس کا نہیں ہے وہ جانے اور اس کا کام، اگر مدرس کو مہتمم بننے کا شوق اور تعلیم کی اصلاح کا جذبہ ہے تو وہ ہٹ کر اپنی دوکان علیحدہ کھولے، ''اللہ کا ملک تنگ نہیں اور گدا کا پیر لنگ نہیں،، دوسرے کے مدرسہ میں اتھل پتھل کرنا اور اپنی پوزیشن خراب کرنا دانشمندی کی بات نہیں (تحفۃ الالمعی ج ۵)

عزت

عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ آدمی جس قصبہ میں پیدا ہوتا ہے وہاں کے لوگ اسے اللہ تعالیٰ نے جن کمالات وخوبیوں سے نوازا ہوتا ہے اس کے مطابق عزت ومقام نہیں دیتے اس کی ویسی قدر نہیں کرتے جیسی کرنی چاہئے، اسی لئے شاعر کو کہنا پڑا ؎

سر پھول وہ چڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

(امیر مینائی)

مگر کچھ ایسے خوش نصیب افراد بھی ہوتے ہیں جن کو وطن میں ان کے مقام کے مطابق عزت وسر بلندی نصیب ہوتی ہے، اہل بستی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں استاذ مرحوم انہیں خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھے، جناب نواز دیوبندی کی رباعی آپ کی شخصیت پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے۔

سب کا خلوص سب کی عنایت مجھے ملی
میں خوش نصیب ہوں کہ محبت مجھے ملی
وہ اور ہوں گے جن کو وطن چھوڑنا پڑا
اپنے وطن میں رہ کے بھی عزت مجھے ملی

بارعب شخصیت کے مالک تھے

طلباء کی پٹائی کے قائل نہیں تھے، آپ نے کسی طالب علم پر ''ضرب، یضرب،، کی گردان کی عملی مشق نہیں کی، البتہ یہ بات تھی کہ اللہ تعالی نے آپ کو قدرتی رعب عطا فرمایا تھا، اس کا اثر طلباء بلکہ اساتذہ پر بھی دیکھا جاسکتا تھا، آپ کی درس گاہ میں کوئی طالب علم درس اور درس گاہ کے نامناسب حرکت نہیں کرتا تھا۔

مطالعہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ

دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ
کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ
تعلیم کو بڑھاتا ہے بس مطالعہ
ہے تجربہ خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اول مطالعہ
ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں احمق و اجہل مطالعہ
ناقص وہ تمام عمر رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ
کھلتے ہیں راز علم کے انہیں قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ
ہے تشنگان رشد و ہدایت کے واسطے
اصرار عقل و نقل باول مطالعہ
اسعد مطالعہ میں گزاروں تمام عمر
ہے علم و فضل کے لئے مشعل مطالعہ

علمی پختگی اور علمی استحضار کے لئے مطالعہ بہت ضروری ہے، علمی اعتبار سے

جتنی بھی بڑی شخصیات گزری ہیں انہوں نے مطالعہ پرمواظبت فرمائی ہے،حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ ایک جگہ تحریرفرماتے ہیں چند کتابیں پڑھ کر یا پانچ سال،آٹھ سال پڑھ کراپنے آپ کو عالم نہ سمجھیں،علم ایک بہت وسیع دریا ہے جو آٹھ سال میں طے نہیں ہوا کرتا،یہ درس نظامی جو مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے اس کا مقصدتو صرف یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے جو کتابیں لکھی ہیں ہم انہیں سمجھنے اور حل کرنے کے قابل ہوجائیں،علم کا دروازہ تو اس کے بعد کھلنا شروع ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جبکہ مطالعہ پر مواظبت رہے،اسی لئے ’’سند،،کے اندر ہمارے اکابر یہ عبارت لکھتے ہیں’’ان استمر علی المطالعة ،،اگر یہ طالب علم مطالعہ کے اوپر مداومت کرے گا تو اس سے ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ دین کا اچھا کام کرے گا،معلوم ہوا کہ ہر عالم کے لئے اہتمام کے ساتھ ’’مطالعہ،،بہت ضروری ہے تبھی جا کر علم تازہ و مستحضر رہتا ہے اور علم میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

مرتے دم تک اپنے کو طالب علم سمجھے

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ میں خود روزانہ کتابیں پڑھتا ہوں کبھی چالیس صفحے پڑھ لئے،کبھی پچاس صفحے پڑھ لئے ،جب تک ہم زندہ ہیں ہم طالب علم ہیں،اگر آدمی اپنے آپ کو مرتے دم تک طالب علم نہ سمجھے تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔

علمی کمالات کی اصل مطالعہ اور کتب بینی ہے

علمی کمالات کی اصل ’’مطالعہ،،اور’’کتب بینی،،ہے،یہی ایک ایسا ذوق ہے

جس کو ہر علم دوست اور ہر دانا نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور تمام زندگی کو اس ذوق کی تکمیل پر صرف کر دیا۔

مطالعہ معدوم، علمیت معدوم

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ ہوں، یا امام مزنیؒ، حکیم فارابیؒ ہو یا شیخ الرئیسؒ، ان کے علمی کمالات کی بنیاد ''مطالعہ کی کثرت،، تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے، اب مطالعہ معدوم لہذا علمیت معدوم (علمائے سلف ص ۴۴)

اوڑھنا بچھونا

استاذ مرحوم وسیع المطالعہ تھے کتابیں اور مطالعہ ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، جہاں آپ خود مطالعہ کے پابند تھے وہیں آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ طلباء کے اندر مطالعہ کے ذوق کو بیدار کیا جائے، اس کے لئے آپ الگ الگ طرح سے کوشش کرتے تھے، علمی دنیا میں جو بھی نئی کتاب آتی عربی، اردو کی اس پر آپ کی نظر رہتی تھی، انٹرنیٹ کے اس دور میں کتابوں تک رسائی بھی بہت آسان ہوگئی ہے، آپ کا معمول تھا کہ بہت سی کتابیں نیٹ کے ذریعہ طالب علم سے اپنے لئے ڈاؤن لوڈ کروا کر اس کا مطالعہ کرتے تھے۔

کتابیں

نیز یہ بھی معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ دیوبند سے کچھ کتابیں بذریعہ پارسل

منگوا کر جامعہ کے طلباء میں فروخت کرتے تھے، جو غریب محنتی طلباء ہوتے اسے بلا قیمت کتاب دیتے، ہمارے دورۂ حدیث کے سال بھی آپ نے طلباء میں فروخت کرنے کے لئے کچھ کتابیں منگوائی تھیں، وہ ساری کتب طلباء میں بہت جلد فروخت ہوگئی تھی، اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب! کتابیں ایسی منگوانی چاہئے کہ جو دیکھتے ہی دیکھتے فروخت ہو جائے (مفہوم)

تدریس

سنا ہے اس کو سخن کے اصول آتے ہیں
کرے کلام تو باتوں سے پھول آتے ہیں
اس کے پڑھانے میں ہے مٹھاس ایسی
بیمار بھی ہو تو بچے پڑھنے ضرور آتے ہیں

استاذ مرحوم نے علمی گھرانے میں پرورش پائی تھی اس لئے آپ کے لئے تدریس کوئی نئی بات نہیں تھی، فراغت کے بعد سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک اس عمل کو ترک نہیں کیا، زندگی کے اخیری چند سال آپ نے جامعہ کا منصب اہتمام بھی سنبھالا اس وقت بھی سلسلۂ تدریس سے منسلک رہے، تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔

درس سننے کے لئے ہوتا ہے، لکھنے کے لئے نہیں

آپ کا درس طلباء میں بے حد مقبول تھا، خاص کر ترجمۂ قرآن پاک، آپ کے ذمہ

جس کتاب کا بھی درس ہوتا اس کا بھرپور مطالعہ اور مکمل تیاری کر کے سبق پڑھاتے تھے، درس معلومات سے پر ہوتا تھا، آپ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ دوران درس طلباء درس کو قلمبند کرے، فرماتے تھے کہ درس کو غور سے سنو، درس سننے کے لئے ہوتا ہے لکھنے کے لئے نہیں، اگر تمہیں لکھنا ہی ہے تو میری کہی باتوں کو یاد رکھو اور بعد میں اپنے طور سے اسے کاپی میں نوٹ کرلو۔

غیر حاضری

اوقات مدرسہ میں بہت کم استنجاء یا کسی اور ضروری کام سے درس گاہ سے باہر تشریف لے جاتے، اگر وقتی ضرورت سے باہر جاتے بھی تو طلباء پر آپ کے رعب کا یہ اثر تھا کہ آپ کی غیر موجودگی میں بھی درس گاہ میں سناٹا طاری رہتا۔

وقار

درس میں حسب موقع مزاح بھی فرماتے البتہ اس میں بھی اس بات کا خیال رہتا کہ درس گاہ کا وقار باقی رہے، کوئی طالب علم درس میں زور سے ہنستا تو فرماتے کہ آپ کو ہنسنا بھی نہیں آتا۔

وقت کی پابندی مثالی تھی

تعلیمی اوقات کے خوب پابند تھے، بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ وقت کی پابندی مثالی تھی، پورے سال میں بہت کم غیر حاضری ہوتی، اس معاملے میں یوں تحریر کروں تو شاید بیجا نہ ہوگا کہ آپ درس میں غیر حاضری کو گناہ کبیرہ سے کم نہیں سمجھتے تھے۔

دوران درس پانی پینے کی عادت تھی

دوران درس پانی پینے کی عادت تھی، صبح جیسے ہی درس گاہ میں داخل ہوتے آپ کے لئے تازہ پانی لاکر رکھ دیا جاتا۔

ترغیب

دوران درس وقتاً فوقتاً طلباء کو غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب بھی دیتے، کتابوں کے نام بھی ذکر کرتے کہ فلاں فلاں کتاب دیکھو۔

پرندہ کوئی موسم ہوٹھکانے تک پہنچتا ہے

ہمارا تیر کچھ بھی ہو نشانے تک پہنچتا ہے
پرندہ کوئی موسم ہو ٹھکانے تک پہنچتا ہے

درس میں بعض ایسی باتیں بھی سننے میں آتی جو بالکل انوکھی ہوتی تھی۔

ایک مثال۔فرمایا کہ انڈیا میں بہت سے پرندے آسٹریلیا اور سائبریا سے ہجرت کرکے آتے ہیں، ان میں تلور، بطخیں، مالرڈز، ٹیلزا وغیرہ ہیں، یہ پرندے کئی ہزار کلومیٹر کا فاصلہ عبور کرکے انڈیا پہنچتے ہیں اور واپس اسی راستہ سے اپنے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

اخبار نویسی اور ذوق اکابر

(۱) بعض اکابر اخبار بینی سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔

مثال ۔جب کانگریس کی تحریک شباب پر تھی اور ہر کانگریسی جیل میں ٹھونس دیا گیا تھا، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اچانک اپنے استاذ حضرت مولانا

شبیر احمد عثمانیؒ کے در دولت پر تشریف لائے، علامہ صاحبؒ اس وقت ''اخبار،، کا مطالعہ کر رہے تھے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سلام کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضرت! سنا ہے ملک میں کوئی تحریک چل رہی ہے، علامہ نے ''اخبار،، ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ''لیجئے، مطالعہ کیجئے،، حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے ''اخبار،، کے صفحات گنے جو آٹھ تھے، فرمایا کہ اگر کتاب کے آٹھ صفحات کا مطالعہ ہوتو کتنا فائدہ ہوگا، یہ کہہ کر یہ جا، وہ جا، علامہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے (نقش دوام ص ۶۵)

(۲) بعض اکابر خود تو ''اخبار بینی،، کے عادی نہیں تھے البتہ احباب سے چیدہ چیدہ اہم خبریں معلوم کر لیتے تھے۔

مثال۔ حضرت مفتی نیاز محمد ختنیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت ''اخبار،، کا مطالعہ نہیں کرتے تھے البتہ احباب سے چیدہ چیدہ اہم خبریں معلوم کر لیتے اس طرح حالات حاضرہ سے باخبر رہتے (مشک ختن ص ۱۲۸)

(۳) بعض اکابر ''اخبار بینی،، کے عادی تھے۔

مثال۔ اشاعت خاص (مولانا محمد منظور نعمانیؒ) ماہنامہ الفرقان ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۷ء ص ۳۸ پر ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ حالات حاضرہ اور گرد و پیش کے واقعات سے پوری طرح باخبر رہتے، ''اخباروں،، کا مطالعہ پابندی سے کرتے، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سجاد نعمانی دامت برکاتہم العالیہ سے سنا کہ ''اخبار بینی،، کا یہی معمول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کا بھی تھا، استاذ مرحوم بھی ''اخبار بینی،،

کے عادی تھے، روزانہ پابندی سے اخبار پڑھتے تھے، میں نے کئی مرتبہ آپ کو راندیر کے ''تائی واڈ''، محلّہ میں ہوٹل باغیا کے قریب اخبار پڑھتے دیکھا ہے۔

اس بات کا خیال رکھے

انتباہ۔اخبار میں عورت کی تصویریں کثرت سے شائع کی جاتی ہیں،اخبار پڑھتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ عورت کی تصویر پر نگاہ نہ پڑے، اگر بھول سے نگاہ پڑ جائے تو فوراً اس سے اپنی نگاہ ہٹالے کیونکہ تصویر سے نفس کو لطف اندوز ہونے کا موقع بہت ملتا ہے۔

اخبار کو لوگ ایسے بھی پڑھتے ہیں

چلئے، چلتے چلتے، اخبار بینی کا منفرد مشرقی انداز بھی پڑھتے چلے، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر کرتے ہے کہ طویل سفر میں کوئی ہم ذوق ساتھی نہ ہو تو ''اخبار''، یا کتاب کے ساتھ وقت گذرتا ہے، پہلے جہاز یا بس میں نیند آجایا کرتی تھی، اب کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ کم ہوتا جا رہا ہے، نیز وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اخبار مانگ کر پڑھنا معمول کی بات ہے، اور اگر کوئی اخبار پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر ترچھی نظروں سے یا الٹے سیدھے ہو کر ساتھ ساتھ پڑھتے جانا بھی کوئی عیب کی بات نہیں شمار ہوتا، مگر باہر کی دنیا میں یہ عجیب سی بات لگتی ہے اور ایسی حرکت کو محسوس کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں تو یوں ہوتا ہے کہ بس یا ویگن میں سفر کرتے ہوئے کوئی

اخبار خریدیں تو چند لمحوں میں ورق ورق ہوکر مسافروں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور منزل پر اترنے سے پہلے اسے دوبارہ جمع کرنا پڑتا ہے۔

انداز اصلاح

طلباء سے غلطی سرزد ہو تو استاذ کا یہ حق ہے کہ اسے نصیحت کرے، غلطی کی اصلاح کرے، بعض اساتذہ اس سلسلہ میں ایسے موقع پر طالب کو برا بھلا کہتے ہے، اور کچھ اساتذہ تو تمسخر اور تحقیر آمیز الفاظ بھی استعمال کر گذرتے ہیں جس سے شاگرد کی شخصیت پامال اور اس کی نفسیات ذلت سے دوچار ہو جاتی ہے، بعض مرتبہ یہی عمل طرفین میں نفرت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

علاج۔شاگرد سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو استاذ برا بھلا کہنے کے بجائے شفقت ومحبت سے سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ طلبہ کے جذبات مجروح نہ ہوں اور ان کی عزت نفس پر حرف نہ آئے، استاذ مرحوم کا یہی انداز تھا، ایک ساتھی نے بتایا کہ وہ قمیص کے ساتھ پینٹ پہنتا تھا، استاذ مرحوم کچھ عرصہ تک اس عمل کو دیکھتے رہے اور پھر ایک دن دوران درس اس انداز میں اس عمل پر تنبیہ کی کہ سننے والے کو ناگوار نہ گذرے، الغرض انداز اصلاح ''از دل خیزد بر دل ریزد،، والا تھا، ایک اور ساتھی نے بتایا کہ وہ اور کچھ طلباء ایک جگہ کھڑے ہوکر ٹی، وی پر کرکٹ میچ دیکھ رہے تھے، استاذ مرحوم کا اس طرف سے گذر ہوا آپ نے اسے اور دوسرے طلباء کو ٹی، وی پر میچ دیکھتے ہوئے دیکھ لیا مگر وہاں

سے اس طرح گذر گئے گویا آپ نے ان کو دیکھا ہی نہ ہو، چند دنوں بعد درس میں اس انداز سے تنبیہ کی کہ یہ محسوس بھی نہیں ہونے دیا کہ میں نے تمہیں فلاں دن فلاں جگہ پر ٹی، وی پر کرکٹ میچ دیکھتے ہوئے دیکھا تھا۔

مہتمم میں بردباری ہونا بہت ضروری ہے

فرق کچھ نہیں پڑتا اک جیسے ناموں سے
آدمی کو جانا ہے ہم نے اس کے کاموں سے

حضرت مولانا اسمعیل ملا کے انتقال کے بعد جامعہ کے مہتمم منتخب ہوئے تھے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس شخص میں بردباری نہیں وہ مہتمم اور صدر مدرس بننے کے لائق نہیں ہے، مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے، حضرت میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔

ہر درد کی دوا

مہتمم ہونا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، یہ نعمت ہونے کے ساتھ امتحان اور آزمائش بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ اہتمام کانٹوں بھرا تاج ہے، خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلویؒ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہتمام درحقیقت کانٹوں بھرا تاج ہے، مدرسوں کی دنیا میں مدرس کا کام ہوتا ہے کہ مطالعہ کرے اور درس دے، دیگر خدام کی شان یہ ہے کہ ان کے اوقات فکس ہیں مگر اہتمام ایک ’’بلا،، ہے

اور ’’بلا،، کے دو معنی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ’’وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم،، میں بلا کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں ’’ابتلاء،، اور ’’انعام،، تو اہتمام بلاء یعنی ’’نعمت،، بھی ہے اور ’’زحمت،، بھی ہے، کانٹوں بھرا تاج ہے، رات دو بجے بھی کوئی مسئلہ پیش آئے تو مہتمم کو بیدار کیا جاتا ہے کہ مدرسہ میں یہ سانحہ رونما ہوا، صبح کوئی مسئلہ پیش آجائے، شام کوئی مسئلہ پیش آجائے نگاہیں مہتمم کو ہی ڈھونڈ رہی ہوتی ہے، مدرسہ جاری ہو تو اس پر نظر، مدرسہ میں تعطیل ہو تب اس پر نظر، اپنے اس کو تلاش کرتے ہیں پر اجنبی آجائے تو وہ بھی اسی کو تلاش کرتا ہے، تو جتنی جہتیں ہیں ہر جہت سے اسکی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ جو مشہور مصرعہ ہے کہ ’’ہر درد کی دوا صل علی محمد،، اسی طرح مدرسوں کی دنیا میں ہر درد کی دوا گویا مہتمم ہی ہوتا ہے کہ کوئی قضیہ اور معاملہ ہو تو وہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے، اسکی ایسی حیثیت ہوتی ہے جیسے بلب ہیں، پنکھے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے آلات چلتے ہیں مگر دراصل یہ برق کا اثر ہے کہ وہ تمام میں تابندگی اور زندگی پیدا کیے ہوئے ہیں، تو مہتمم بے چارہ یوں تو اپنے مقام پر بیٹھا ہوتا ہے مگر بعض مرتبہ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ ’’کسمپرسی،، کا شکار ہو جاتا ہے۔

والد مرحوم کے نقش قدم پر تھے

اللہ تعالی نے آپ کو اہتمام کی لائن سے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کی طرح خوب سوجھ بوجھ عطا فرمائی تھی، اہتمام کی لائن سے آپ بالکل اپنے والد صاحبؒ کے نقش قدم پر تھے، حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کا اہتمام کیسا

تھا؟

اہتمام صلاحیت

مولانا غلام محمد بورسدیؒ کا بیان ہے کہ مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کا بطور مہتمم تمام اساتذہ کے ساتھ بڑا اچھا رویہ تھا، اساتذہ بھی حضرت مہتمم صاحبؒ کا خوب احترام کرتے تھے۔

بسا دنیا میں دو مہتمم دیکھے

جامعہ حسینیہ کے مؤقر استاذ مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ فرماتے تھے کہ ''بسا دنیا میں دو مہتمم دیکھے (۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ (۲) مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ۔

میرا بھائی محمد سعید چلا گیا

حضرت مہتمم صاحبؒ کے انتقال کے بعد بڑے درد سے فرمایا کرتے تھے کہ میرا بھائی ''محمد سعید چلا گیا'' ''بسا نہیں مگر کہ،، یہ ان کا تکیہ کلام تھا، شمس الدین بھی اب جلد چل بسے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت مہتمم صاحبؒ کے وصال کے ایک سال بعد ۱۹۷۷ء میں انتقال فرمایا۔

ایک اہم نصیحت

مولانا عبد اللہ صاحب کاپودرویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مارچ ۱۹۶۶ء میں جب

مجھے ''دار العلوم فلاح دارین،،ترکیسر کے اہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو کم عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب ضروری تھا کہ بزرگوں سے مشورہ کرتا،اسی مقصد سے ''حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ،،کی خدمت میں حاضر ہوا،مرحوم جامعہ کے کتب خانہ میں تشریف فرماتھے،محبت سے بٹھایا،عرض کیا کہ بندہ اس کا اہل نہیں ہے مگر کمیٹی والوں کا اصرار ہے کہ تجھے ہی یہ کام کرنا ہے،فرمانے لگے گھبرانے کی کوئی بات نہیں،کام کام کو سکھاتا ہے جیسے جیسے کام کرتے جاؤ گے تجربات ہوتے جائیں گے،مشکل پیش آئے تو مشورہ کرتے رہو،البتہ ایک بات یاد رکھنا کہ ''چلتے بیل کو گودے مت مارنا،،مطلب یہ تھا کہ مدرسہ میں جو اساتذہ اچھی طرح اپنا کام کررہے ہیں خواہ مخواہ ان کے کام میں کیڑے نکال کر ان کو پریشان نہ کرنا،چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ نہ کرنا،مہتمم صاحبان کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں پکڑ کرنے میں فائدہ نہیں ہوتا،چشم پوشی بھی کرنی پڑتی ہے(رشد و ہدایت کے منارص۱۹۱۔۱۹۲بتغیر)

اہتمام کی سمجھ بوجھ

تدریس کی طرح اہتمام کی سمجھ بوجھ بھی گھر کی دہلیز سے ملی تھی،اسی کا نتیجہ تھا کہ طلباء،اساتذہ اور جامعہ کے دیگر خدام کو خوب اچھی طرح ہینڈل کرتے تھے،ورنہ طلباء سے نبھاؤ کوئی آسان کام نہیں ہوتا،حضرت مولانا مفتی محمد نیاز ختنیؒ فرماتے تھے کہ طلباء کی مثال ہاتھ میں چڑیا کی سی ہے،اگر زور سے دباؤ تو مرنے کا اندیشہ،اور کھلا چھوڑ دو تو اڑ جانے کا ڈر،مطلب یہ کہ طلباء پر زیادہ سختی کرو تو میدان علم چھوڑ دیتے ہیں اور کھلی چھوٹ

دیدوتو حصول علم سے غفلت برتتے ہیں۔

دارالافتاء کا آغاز

ان کے دور اہتمام میں حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث کے منصب کے لئے ان کے ہم نام حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ کا انتخاب کیا، حضرت کی جامعہ آمد سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ جامعہ حسینیہ میں دارالافتاء کا شعبہ بھی قائم ہوگیا۔

انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے

منصب اہتمام نے مزاج میں غرور وتکبر کو داخل نہیں ہونے دیا تھا، اساتذۂ کرام، طلباء اور جامعہ کے دیگر کارکنان سے محبت اور اپنائیت سے پیش آتے تھے۔

ہر حال میں نیک و بد کی پہچان رہے
انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے
دانا ہی سے امید یہ ہو سکتی ہے
نادان کو الٹو بھی تو نادان رہے

چاند کمیٹی کے صدر

راندیر چاند کمیٹی کے سابق صدر حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا نوراللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد اس منصب کے لئے بزرگوں کی نظر انتخاب حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ پر آ کر رک گئی اس طرح آپ تاحیات اس منصب پر فائز رہے،

ان کے انتقال کے بعد حضرتؒ کا انتخاب عمل میں آیا، تاحیات آپ بھی اس منصب کو رونق بخشتے رہے۔

اور مجھ کو یاد کرتی ہے

جگر راہ میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
دنیا انہیں دیکھتی ہیں اور مجھ کو یاد کرتی ہے

استاذ مکرم کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے، جو ملک و بیرون ملک دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان میں چند ایسے نام بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے خوب مقبولیت سے نوازا ہے۔

احسان کا مزہ

گر ہو سلوک کرنا انسان کرکے بھولے
احسان کا مزہ ہے احسان کرکے بھولے

(داغ)

آپ غریب طلباء کی مالی امداد کیا کرتے تھے، مدد کرنے کے بعد کبھی اس کا اظہار نہ اس طالب علم سے کرتے اور نہ ہی کسی اور سے۔

آخری منزل

جنہیں اب گردش افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گور غریباں میں

تدفین راندیر کے گورغریباں قبرستان میں عمل میں آئی،جس میں بڑے بڑے
اولیاءاللہ مدفون ہیں۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
داغ فرقت دے گئے جدا ہم سے ہو گئے
اللہ کی رحمت کو اوڑھے لحد میں سو گئے
یہ دعا لازم ہیں ہم پر چھوڑ سب کار فضول
یا الٰہی قبر پر ان کی ہو کروڑوں رحمتوں کا نزول

یاد آپ کی جب بھی آتی ہے
آنکھیں سلام کی نم ہو جاتی ہے

استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب واڈی والا رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر

دروس طویل بحثوں سے ہوتے عاری تھے

استاذ مرحوم احقر کے استاذ بخاری تھے
درس میں بیاں کرتے کثرت سے اقوال قسطلانی تھے
جامعہ حسینیہ کے شیخ بخاری تھے
عینی کے تھے معتقد دیکھتے عمدۃ القاری تھے
مشہور آپ کے درس بخاری تھے
حافظ کے اقوال یاد زبانی تھے
وقت کے تھے پابند کردار کے مثالی تھے
جامعہ کے وفادار اور شیخ بخاری تھے
درس درمیانی درجہ کا تھے دیتے
دروس ہوتے طویل بحثوں سے عاری تھے
کرتے مہمانوں کی خاطرداری تھے
نبھاتے رشتہ داروں سے رشتہ داری تھے
کام کے دھنی قلم کے سپاہی تھے
جامعہ کے شیخ بخاری تھے
سلام کی ہے دعا ہو جنت میں درجات بلند
کیا ہے پوری زندگی اسلام کا علم بلند

تفصیلات

ولادت باسعادت۔۲۴ شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۳۷ء بروز جمعہ ضلع بھروچ کی معروف بستی ''کنتھاریہ،، میں ہوئی۔

دینیات کی تعلیم۔گاؤں ہی میں حاصل کی نیز فارسی کی مختلف کتب بھی گاؤں ہی میں پڑھی۔

جامعہ حسینیہ میں داخلہ۔مزید دینی تعلیم کے لئے صوبہ گجرات کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر تشریف لائے، بقیہ تعلیم جامعہ ہی میں مکمل کی۔

تدریس۔درجہ عالمیت سے فراغت پر یکم نومبر ۱۹۵۷ء کو مادر علمی جامعہ حسینیہ میں تدریسی خدمت کا آغاز کیا اور تادم حیات تقریباً ۵۱ سال کی طویل مدت تک ایک ہی جگہ پر تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے، فارسی سے لیکر دورۂ حدیث تک کی ہر فن کی کتب زیر درس رہی ۱۹۹۴ء میں بخاری شریف جلد اول کی تدریس کا ذمہ دیا گیا، ۱۹۹۵ء سے بخاری شریف کی دونوں جلدیں آپ کے زیر درس رہی، مجموعی طور پر ۱۳ سال بخاری شریف کا درس دیا۔

شرف تلمذ۔احقر نے آپ سے بخاری شریف مکمل، مسلم شریف مکمل، موطاامام محمد اور نسائی شریف پڑھی ہے۔

انداز تدریس

انداز تدریس اتنا عمدہ تھا کہ جس کی وجہ سے سبق سمجھنا اور یاد رکھنا طلباء کے

لئے بہت آسان ہو جاتا تھا، نیز طریقہ تدریس درمیانی درجہ کا تھا نہ زیادہ تفصیل نہ بالکل اجمال اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ بخاری شریف کے سبھی ابواب پر ضروری بحث ہو جاتی تھی ،کوئی باب تشنہ نہیں رہتا تھا،حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات اساتذہ کے تدریس کے دو طریقے ہوتے ہیں۔

(۱) طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں خاص طور پر شروع کی احادیث اور ابواب میں بہت طویل بحثیں کی جاتی ہیں اور اس میں جن چیزوں کا بہت دور سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی بیان کی جاتی ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ’’ب،، سے لیکر ایک ایک لفظ کی تشریح اور پھر اس کے بعد اس کے متعلقات کا بیان، پھر اگر کسی مسئلہ کے اندر کتاب میں اختلاف ہوا ہے تو جتنے اقوال مروی ہیں ان سب کا استقصاء اور استقراء وغیرہ کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ زیادہ دیر تک نہیں چل پاتا کیونکہ شروع میں تو لمبی لمبی بحثیں ہو جاتی ہیں اور آگے کتاب بہت رہ جاتی ہیں اس کے نتیجہ میں ایسے بہت سے ابواب جن میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ بیان کیا جائے وہاں پر بیان کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی ،لہذا شروع میں تو خوب لمبی لمبی ابحاث ہوتی ہیں اور آخر میں تیز تیز رواں رواں چلا دیا جاتا ہے اس طریقۂ کار میں بھی بعض حضرات مصلحت یہ سمجھتے ہے کہ شروع کی احادیث میں مباحث کا بیان ہو جائے تو اس سے ایک بصیرت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) طریقہ یہ ہے کہ ایک اعتدال اور توازن کے ساتھ درس چلے کہ جس میں ضرورت کی باتیں بیان ہوں اور جس طریقے سے شروع میں ابتداء کی تھی وہی طریقہ آخر

تک چلے، میں اس دوسرے طریق کو زیادہ پسند کرتا ہوں بجائے اس کے کہ ابتداء میں طویل بحثیں کر کے آگے پھر تیز چلا دیا جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ صرف ضرورت کی باتوں پر اکتفاء کیا جائے اور وہ باتیں بیان کی جائیں جو مفید ہیں اور جو باب کا لب لباب ہیں، اور کوشش کی جائے کہ یہ طریقہ آخر تک برقرار رہے اور کوئی ضروری بحث چھوٹنے نہ پائے، اس دوسرے طریق میں استاذ کے اوپر بوجھ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کو یہ کرنا پڑتا ہے کہ سارے مباحث کو دیکھنے کے بعد اس میں سے ان چیزوں کا انتخاب کرنا پڑتا ہے کہ جو مفید اور فائدہ مند ہیں لیکن طلبہ کے لئے یہی صورت زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، لہذا میں اسی طریق پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور ان شاء اللہ کروں گا، حضرتؒ کا انداز تدریس بالکل ایسا ہی تھا۔

یک در گیر محکم بگیر

مادر علمی میں تقریباً پچاس سال تک تدریسی خدمت انجام دی، طلباء کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے علمی استفادہ کیا یہ سب آپ کے حق میں صدقہ جاریہ ہیں۔

خدمات

حضرت نے تدریسی، تقریری اور تحریری تینوں طرح سے دین کی خدمت انجام دی ہے، ایک طویل عرصہ راندیر کی چناروا ڑ مسجد میں مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض کیا نیز راندیر عیدگاہ میں عید کی نماز سے قبل بھی آپ کے بیانات ہوتے رہے۔

تحریری لائن سے اس طرح فیض پہنچایا کہ کئی سال تک سورت سے نکلنے والا

ہفتہ واری اخبار ’’امید،، میں آپ کے فتاوی ’’فتاوی و بھاگ،، کے نام سے شائع ہوتے رہے، علاوہ ازیں بہت سے ماہنامہ میں مضامین و مقالات بھی شائع ہوتے رہے نیز آپ کے تحریر کردہ کئی سو مسائل رجسٹر میں محفوظ ہیں ان میں سے کچھ مسائل بنام ’’روضۃ الفتاوی،، شائع بھی ہو چکے ہیں۔

وقت کی پابندی

کہہ رہا ہے بہتا دریا وقت کا
قیمتی ہے لمحہ لمحہ وقت کا
وقت کے ساتھ جو چلتے رہے
کامیاب و کامران وہ ہوگئے
مانتا ہے جو بھی کہنا وقت کا
وقت بھی بن جاتا ہے اس کا اپنا
وقت دیتا ہے ہم کو سبق یہی
وقت کو وقت سے نہ ٹالنا کبھی

’’وقت کی پابندی،، مثالی تھی ،طلبہ سے بھی فرماتے کہ فارغ ہونے کے بعد جہاں کہیں دینی خدمت میں لگو تو وقت کی خوب پابندی کرنا۔

بڑاپن

بندہ جس سال دورۂ حدیث میں تھا اس سال کا واقعہ ہے کہ کسی نے حضرتؒ

سے چند طلباء کی کسی بات پر شکایت کر دی، حضرت نے طلباء کو خوب ڈانٹا اس میں ایک طالب علم کا نام غلط پیش کیا گیا تھا، دوسرے وقت میں وہ طالب جس کا نام غلط پیش کیا گیا تھا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور اپنی صفائی پیش کی، صحیح بات سامنے آنے پر حضرت نے اس سے معافی مانگی، ایک ادنی طالب علم کے ساتھ شیخ الحدیث کا اس طرح کا سلوک یقیناً بڑی بات ہے۔

صفائی معاملات

ایک دن مجھ سے فرمایا کہ لاجپوری سنا ہے تیرے گاؤں میں جو بیکری ہے اس کے ٹوس بسکٹ بہت لذیذ ہوتے ہیں، میں نے کہا جی حضرت، تو فرمایا کہ جب جمعہ کو آؤ تو میرے لئے ایک کلو بسکٹ لے آنا، میں نے حضرتؒ سے بسکٹ کا پاکٹ دیتے ہوئے یہ کہا کہ حضرت! میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے، فرمایا کہ میں نے خود یہ بسکٹ تم سے منگوائے ہیں لہذا اب مجھے ہدیہ کرنا ٹھیک بات نہیں، میں نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے استاذ شاگرد کا معاملہ اپنی جگہ لیکن معاملات میں صفائی ہونی چاہئے، پھر فرمایا کہ تو جب تک رقم وصول نہیں کرتا میں بسکٹ کے پاکٹ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''من لم یرحم صغیرنا ومن لم یوقر کبیرنا فلیس منا،، جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، واقعہ یوں ہے کہ میرا نکاح ہوئے دوڈھائی سال کا عرصہ ہو چکا تھا لیکن اب

تک اولاد سے محرومی تھی، ایک دن میں نے حضرت کوفون کیا اوراس سلسلہ میں دعا کی درخواست کی، تو فرمایا کہ مایوس نہ ہوان شاء اللہ تیرے ہاں اولاد ضرور ہوگی، نیز فرمایا کہ برطانیہ کا پتہ لکھوادے میں تیرے لئے تعویذ بھیجدوں گا، میں نے کہا کہ حضرت! پوسٹ کا جوخرچہ ہوگا وہ میں آپ تک پہنچادوں گا، تو فرمایا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خوش قسمتی

حضرت اپنے فتاوی ایک رجسٹر میں درج کرتے تھے اس میں میرا حصہ اس طور پر لگ گیا کہ ایک دن حضرتؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تیری گجراتی تحریر کیسی ہے؟ میں خاموش رہا تو ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ اس پر اپنا نام اور پتہ لکھ، مقصد گجراتی تحریر کو جانچنا تھا، میں نے حکم کی تعمیل کی، حضرت نے تحریر کو پسند آئی، بعدہ مجھ سے رجسٹر میں گجراتی زبان میں نقل فتاوی کا کام لیا کرتے تھے (عندالضرورت)۔

ملفوظات

(۱) گجرات میں طلاق کے لئے ایک لفظ استعمال ہوتا ہے ’’فارغتی،، یہ در اصل ہے ’’فارغ قط، کثرت استعمال سے بگاڑ آ گیا اور ’’فارغتی،، بن گیا۔

(۲) کوئی آدمی دنیا چھوڑ جاتا ہے تو اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس میں ایک لفظ ہے ’لاش،، یہ دراصل ’’لاشئی،، ہے، یعنی کوئی چیز نہیں، چونکہ انسان کے بدن سے روح نکل جاتی ہے تو پھر وہ کوئی چیز نہیں رہتا۔

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر

گو کھلی ہوتی ہے آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتی

(اکبرالہ آبادی)

روح نکلتے ہی اس کا نام بدل جاتا ہے ’’لاشئی،، کثرت استعمال سے ’لاش ء،،، ہو گیا۔

(۳) ہماری دورۂ حدیث کی جماعت میں غالبًا بیالیس طلباء تھے اس میں سب سے بڑی اور گھنی داڑھی میری تھی، اس بنا پر حضرت الاستاذ محبت سے مجھے درس میں شیخ الاسلام کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

دارالسلام میں عبدالسلام

(۴) حضرتؒ کا راندیر کے قصائی واڈ محلّہ میں مکان تھا، مکان کی پیشانی پر حضرت نے ’’دارالسلام،، کندہ کرایا تھا، ایک دن میں حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، گھر کے مین دروازے پر لوہے کی کھڑکی ہے وہاں سے میں نے ڈور بیل بجایا، حضرت کے صاحبزادے نے آ کر مجھے ریسو recive کیا، حضرت کی رہائش فرسٹ فلور پر تھی، میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون؟ کہا عبدالسلام، تو اس پر فرمایا کہ اچھا! دارالسلام میں عبدالسلام۔

یادگار

عمدہ اور ضروری باتوں کو ایک کاپی میں نوٹ کرلیا کرتے تھے، کاپی پر یہ شعر تحریر تھا کہ

یلوح الخط فی القرطاس دھرا وکاتبہ رمیم فی التراب

کاغذ میں لکھا ہوا ہمیشہ چمکتا رہتا ہے (یعنی باقی رہتا ہے) اور اس کا لکھنے والا مٹی میں مل جاتا ہے

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند یادگار

میں نے اس کے لکھنے میں ایک مدت صرف کی ہے، میں تو نہیں رہوں گا، میری یہ یادگار رہے گی۔

اضافہ۔حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں

العلم صید والکتابۃ قیدہ قید صیودک
بالحبال الواثقہ

علم شکار ہے اور کتابت اس شکار کو باندھنے کا آلہ ہے
تو بھی اپنے اس شکار کو مضبوط رسیوں سے باندھے رکھ

فمن الحماقۃ ان تصید غذالۃ وتترکھا بین
الخلائق طالقہ

یہ حماقت ہے کہ تو ہرنی کا شکار کرے
اور پھر لوگوں کے بیچ اسے آزاد چھوڑ دے

آدمی کو صرف اپنے حفظ پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے، علمی مسائل کو لکھ کر محفوظ

کرنا چاہئے، ورنہ مرورزمانہ سے باتیں ذہن سے محو ہو جاتی ہیں، جس طرح شکاری اپنے شکار کو مضبوط رسی سے باندھے رکھتا ہے تم بھی علم کو محفوظ کرو (دیوان الامام الشافعیؒ ص ۱۹۸)

فارسیان کہتے ہیں ؎

دانش شکاراست ونوشتن بند، پس دانش رابا نوشتن بہ بند آورید

صدقہ جاریہ

حضرت کی صلبی اولاد بھی ماشاء اللہ دین کے کام سے وابستہ ہیں، اور روحانی اولاد بھی دنیا کے مختلف ممالک میں دین کے مختلف شعبے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ سب یقیناً حضرت الاستاذؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہے، باری تعالی حضرت کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کی تمامی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، آمین

کھو کے اپنی بزم سے اہل میخانہ تجھے
مدتوں تڑپا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

استاذ مرحوم حضرت مولانا
مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیریؒ،
سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ، راندیر

طلباء کو تھے محبوب و پیارے

تھے مرحوم مہتمم ہمارے
طلباء تھے ان کو محبوب و پیارے
یوں تو مہتمم سے ڈرتے ہیں طلباء
مگر حضرت تو تھے طلباء کے دلارے
گھیرے رہتے تھے طلباء آپ کو
تھے بڑے ہی بے تکلف مہتمم ہمارے
ڈھونڈتی ہے آج بھی ان کو نگاہیں
تھے وہ ہم سب کی آنکھوں کے تارے
چاند کمیٹی کے تھے صدر
ہر ماہ چاند کے تعلق سے تھے فیصلہ سناتے
فیصلے پر ان کے سب رمضان و عید مناتے
چاند کا فیصلہ کڑی تحقیق کے بعد تھے سناتے
بروز جمعہ نماز سے پہلے وعظ سناتے
بڑے غور سے لوگ اسے سماعت فرماتے
وعظ میں زبان نہایت سہل ہوتی
لوگ سن کر اطمینان کا اظہار فرماتے

تھے بیعت حضرت ہردوئی سے
حضرت ہردئی بھی ان سے تھے محبت فرماتے
اساتذہ جامعہ بھی تھے خوش ان سے
تھے خوش مزاج نظر آتے مسکراتے
درس میں خود بھی تھے ہنستے طلباء کو بھی ہنساتے
تھے بہت سی خوبیوں کے مالک حضرت ہمارے
اکابر کے واقعات تھے خوب یاد
عقیدت سے مزے لے لے کر تھے سناتے
کرگئے خدمت انداز سے بڑے پیارے
آج بھی کرتے ہیں یاد شاگرد سارے
سلام کی ہے دعا یہی شب و روز
خدا آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے
خدا باغ اشرف کو سدا آباد رکھے
تاقیامت سر سبز و شاداب رکھے

(سلام لاجپوری)

طبیعت میں ذرا بھی نہیں تھا تکلف

اسم تھا آپ کا یعقوب اشرف
رکھتے تھے بلند حوصلہ اور بڑا ظرف
ورنہ ہے آج کا دور
حوصلہ شکن اور کم ظرف
ملتے تھے سب سے ہوکر بے تکلف
طبیعت میں ذرا بھی نہیں تھا تکلف
تھے اشرفیہ کے ذمہ دار
طلباء تھے آپ پہ جاں نثار
دیکھے گئے ایسے مہتمم کم
رہتے ہو حضرت کی طرح ہر دم
تھے مطالعہ کے خوب شوقین
پوری زندگی کی خدمت دین
صوفی باغ کے تھے شیخ الحدیث
کر گئے خوب خدمت حدیث
ہوتا ہے آج بھی آپ کی کمی کا احساس
آتی رہے گی یاد جب تک ہے تن میں سانس

ہے سلام کی دعا یہی شب و روز
خدا کرے عطا جنت الفردوس
ہو خدمات آپ کی ساری مقبول
راضی ہو آپ سے خدا اور خدا کا رسول

مختصر سوانحی خاکہ

پیدائش۔۱۲مئی ۱۹۵۷ء بمقام راندیر

سند فضیلت۔۸۱۔۱۹۸۰ء دارالعلوم اشرفیہ راندیر

اساتذۂ کرام۔جد امجد حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ

مولانا محمد رضا اجمیریؒ، مولانا حکیم ابوالشفاءؒ، مولانا یعقوب بھڑکودرویؒ

مولانا رجب ترکیسریؒ، مفتی عبدالغنی کاویؒ، مفتی محمد آچھودی

مولانا یوسف بوڈھانیاؒ، مولانا محی الدینؒ

مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ وغیرھم۔

افتاء۔مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب، جلال آبادیؒ کی زیر نگرانی ۱۹۸۲ء میں مفتاح العلوم جلال آباد سے کیا

اصلاحی تعلق۔اولاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے، بعدہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے، ان کی وفات کے بعد محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ سے، حضرت کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے۔

مجاز بیعت۔حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ۔

تدریس۔دارالعلوم اشرفیہ اور مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت

صدر۔نوسال تک راندیر چاند کمیٹی کے صدر رہے

نائب صدر۔محکمۂ شرعیہ راندیر

رکن شوری۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور جامعہ حقانیہ، کھٹور

مدت تدریس۔تقریباً ۳۵ سال

مدت اہتمام۔۲۷ سال

عقد نکاح۔راندیر جامعہ حسینیہ کے سابق مہتمم حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ

کی دختر نیک اختر سے ۱۹۸۵ء میں ہوا

اولاد۔ایک لڑکا دولڑکی

وفات۔۱۸ اکتوبر ۲۰۱۵ء بوقت صبح ۲۰۔۶ بجے سے ۴۵۔۶ کے درمیان ہوئی۔

صلوۃ جنازہ۔۸ کتوبر ۲۰۱۵ء کو دوپہر ۴ بجے صاحبزادہ مفتی احمد اشرف سلمہ کی

امامت میں راندیر اسلامیہ جیم خانہ میں ادا کی گئی۔

تدفین۔راندیر میں اپنے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔

دوقسم کے کمالات

اللہ تعالی نے حضرتؒ کو جن کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا وہ دوقسم پر تھے(۱) وہبی (۲) کسبی ،وہبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جو اللہ تعالی نے ان کو براہ راست عطا فرمائی تھی اس میں ان کی محنت وکوشش کا کچھ دخل نہیں تھا۔

کسبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جس کو بھی عطا کرنے والی تو اللہ تعالی ہی کی ذات ہے مگر اس میں بظاہر حضرت کی کوشش ومحنت کو بھی دخل تھا۔

وہبی کمالات

اول۔اللہ تعالی نے حضرت مہتمم صاحبؒ کو راندیر جیسی علمی بستی میں پیدا فرمایا جس کو ''قریۃ الصالحین،، نیک لوگوں کی بستی کہا جاتا ہے۔

دوم۔دیندار گھرانے میں تولد اللہ تعالی نے آپ کو دیندار اور علمی گھرانے میں پیدا فرمایا، یہ بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ''تحدیث نعمت،، میں تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھے دیندار گھرانے میں پیدا فرمایا، دیندار گھرانے میں پیدا ہو جانا یہ اللہ تبارک وتعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔

سوم۔جس میں کسب اور وہب دونوں کو دخل ہے وہ ہے علم دین کا حصول اللہ تبارک وتعالی جس کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے ''**من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین**،، دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، یہ بھی اللہ تعالی کا انتخاب ہوتا ہے۔

کسبی نعمت

امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ دین کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید خانہ سے چھٹکارے کا سبب بنا تھا، تو جو مسلمان علم دین حاصل کرے گا یہ علم اس کے لئے دنیا میں شکوک وشبھات کے قید خانہ سے چھٹکارے کا سبب بنے گا، اور قبر میں عذاب قبر سے نجات کا سبب بنے گا، آخرت میں جہنم سے خلاصی کا سبب بنے گا۔

مثالی اہتمام

اللہ تعالی نے اہتمام کی لائن سے بھی خوب سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی، اسی کا نتیجہ

تھا کہ آپ طلباء کو اچھی طرح ہینڈل کر لیتے تھے ورنہ طلباء سے نبھاؤ کوئی آسان کام نہیں ہوتا، طالب علم اور استاذ کے درمیان کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو وہ موقع مہتمم کے لئے بڑا امتحان کا ہوتا ہے، سلجھے اور تجربہ کار مہتمم کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ ایسا فیصلہ کرے کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہ پڑے اور طلباء کا دل بھی رہ جائے، حضرت کے دور اہتمام میں بھی ایسے مواقع آئے، ان مواقع پر ایسا فیصلہ کیا کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہیں آئی اور طلباء کے دلوں کو بھی رنجیدہ نہیں ہونے دیا۔

حضرت کے پاس جب کبھی بیٹھنا ہوا تو دلی خواہش یہ رہی کہ مجلس زیادہ دیر تک چلے، حضرت کی مجلس میں خوب دل لگتا تھا۔

بہت جی لگتا تھا صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

داداجان کے نقش قدم پر

پورے دور اہتمام میں اپنے داداجان کے اہتمام کرنے کا جو انداز تھا اسی کا فالو کرتے رہے، حتی الامکان اسی پر اپنے آپ کو گامزن رکھا۔

محبت شیخ

حضرت والا ہردوئی کے علوم سے مستفیض ہونے اور وہاں رہ کر اپنے دل کی دنیا کو سنوارنے کی غرض سے راندیر سے ایک طویل سفر طے کر کے مسلسل ہردوئی حاضری دیتے رہے، حضرت ہردوئی بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ

حضرت والا ہردوئی کی معیت میں آپ کو ملک و بیرون ملک کے سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی، حضرت ہردوئی برطانیہ کے ایک سفر میں استاذ مرحوم کو اپنے ساتھ لائے تھے اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ حضرت ہردوئیؒ نے استاذ مرحوم کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

شیخ کے مشن سے عقیدت

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ کو قرآن کریم اوراذان واقامت کی تصحیح کا خاص خیال رہتا تھا، حضرت ہردوئی جہاں کہیں تشریف لیجاتے وہاں کے لوگوں ان باتوں کی طرف متوجہ کرتے تھے، حضرت نے بھی اپنے شیخ کی اس روایت اور مشن کو آگے بڑھایا اپنے ادارے دارالعلوم اشرفیہ میں ہردوئی سے تعلیم یافتہ ایک استاذ کو بطور مدرس دارالعلوم اشرفیہ میں رکھا اور خود بھی وقتاً فوقتاً طلباء کو اذان واقامت سکھاتے تھے۔

حضرت اپنے بیانات میں اپنے شیخ کا کوئی نہ کوئی ملفوظ ضرور سناتے تھے ابھی چند مہینے پہلے سفر برطانیہ ہوا تھا اس سفر میں بندہ کے گھر پر بھی دودن قیام فرمایا تھا، اس دوران لندن میں جتنے بھی بیانات ہوئے اس میں حضرت والا کا ذکر کسی نہ کسی بہانہ سے آہی جاتا تھا۔

عقدنکاح

راندیر کی دوسری قدیم دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ کے مہتمم اوراپنے وقت میں دار العلوم دیوبند کے مجلس شوری کے رکن وممبر حضرت مولانا اسماعیل ملا(موٹا) صاحب علیہ

الرحمہ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

گلشن سلیمانی سے وابستگی

سرزمین گجرات کے عظیم صوفی وبزرگ شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ کا شہر سورت میں قائم کردہ مدرسہ ’’مدرسہ اسلامیہ،، سورت صوفی باغ کی شاخ رامپورہ سورت میں وجود میں آئی تو وہاں درجۂ عالمیت بھی شروع ہوئے، پھر ایک وہ وقت بھی آیا کہ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا، بخاری شریف پڑھانے کے لئے منتظمین کی نظر انتخاب حضرت مہتمم صاحبؒ پر آ کر رک گئی۔

اولیت

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

صوفی باغ کے سب سے اول شیخ الحدیث حضرت الاستاذؒ قرار پائے ،اس طرح یہ اولیت حضرت کے حصہ میں آئی (از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے سب سے اول شیخ الحدیث حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ تھے، دارالعلوم دیوبند کے سب سے اول شیخ الحدیث کا نام بھی ’’یعقوب،، تھا اور یہاں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ،سورت کے اولین شیخ الحدیث کا اسم گرامی بھی ’’یعقوب،، اس سے ہم نیک فال لیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے دارالعلوم دیوبند کو جیسی علمی اور روحانی ترقی عطا فرمائی ویسی ہی اس ادارے کو بھی عطا ہو) یہ بھی خدا تعالی کا عجیب نظام رہا کہ خاندان اشرف کا قائم کردہ دینی ادارہ ’’دارالعلوم

اشرفیہ،، کے سب سے اول شیخ الحدیث سرزمین لاجپور کے ایک عظیم سپوت ''حضرت مولانا سید رحمت اللہ صاحب لاجپوریؒ ،، تھے حضرتؒ نے تقریباً پچاس سال تک دار العلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا۔

اور ادھر دیکھئے لاجپور کے ایک بزرگ اور جلیل القدر عالم حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ نے سورت ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی بعد میں اس مدرسہ کی ایک شاخ چاندی والا خاندان کے ایک بڑے فعال اور متحرک اپنے کام کا دھنی اور دھنی شخص جناب سلیم بھائی چاندی والا نے خالص اہل سورت کے چندے سے سورت کے ایک علاقہ رامپورہ میں ایک شاندار اور دیدہ زیب عمارت اس مقصد کے لئے تعمیر کی کہ عالمیت کے درجات شروع کئے جائیں اور پھر ایک وہ وقت بھی آپہنچا کہ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا۔

اس عظیم منصب کے لئے موزوں شخصیت کی تلاش شروع ہوئی تو نظر انتخاب پر آپ پر آکر ٹھہر گئی اس طرح آپ شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، اللہ تعالیٰ کا نظام دیکھئے کہ راندیر کے خاندان اشرف کا قائم کردہ ادارہ دار العلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث لاجپور سے تعلق رکھنے والے مولانا رحمت اللہ تھے، اور ادھر سورت میں لاجپور سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ شاہ سلیمان صاحبؒ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہیں اس ادارے میں سب سے اول شیخ الحدیث کے لقب سے جو ملقب ہوتا ہے وہ راندیر کے خاندان اشرف سے تعلق رکھنے والے استاذ مکرم حضرت مفتی یعقوب اشرف صاحب

راندیریؒ ہے۔

ایک مہتمم ایسا بھی

عام طور پر طلباء اور اساتذہ مہتمم کی طرف سے شاکی ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ! مگر استاذ مرحوم کا معاملہ اس سے بالکل جدا تھا، تقریباً ستائیس سال تک اس منصب پر فائز رہے اس پورے دورانیہ میں تقریباً سبھی اساتذہ اور طلباء آپ سے خوش تھے۔ نیز مہتمم صاحبان سے طلبہ ڈرے سہمے رہتے ہیں، مگر حضرت مہتمم صاحب کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ طلباء کا جھرمٹ آپ کو گھیرے رہتا تھا، طلباء کو جو بات کہنی ہوتی وہ بلا تکلف حضرتؒ سے کہہ دیتے تھے۔

فرمائش

حضرت سے طلباء عمدہ کھانے اور مشروب کی درخواست کرتے تھے حضرت بخوشی قبول فرماتے، سال میں چند ایک مرتبہ مرغی کے گوشت کی بریانی، آئس کریم، نیز راندیر کا مشہور کوکو اور تربوز کے juice سے طلباء کی ضیافت فرماتے۔

ایک واقعہ جس کا میں خود بھی گواہ رہا

موسم باراں میں دار العلوم میں کافی زیادہ پانی جمع ہو گیا تھا، دار الاقامۃ اور درسگاہیں آمنے سامنے تھیں، دونوں کے درمیان ایک راستہ پڑتا تھا اس کو کراس کر کے جانا پڑتا تھا، پانی چونکہ بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے مدرسہ میں تعلیم کی چھٹی کر دی گئی تھی ،طلباء دار الاقامہ میں تھے، بہت سے طلباء کی یہ عادت تھی رات کو عشاء کی نماز سے پہلے یا

بعد میں راندیر اسٹیشن پر چائے پینے جاتے تھے، ایسی حالت میں وہ اسٹیشن پر جا کر چائے نہیں پی سکتے تھے، تو مہتمم صاحب کی طرف سے باورچی خانہ کے ذمہ دار کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ چائے پکا کر سبھی بچوں کو پلائی جائے، ایسے حالات میں بھی طلباء کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ ان کی چائے تک کا ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

خاص سلوک

حضرت کا ایک خاص احسان ہے مجھ پر جو میں تاحیات بھول نہیں سکتا، اس کی مختصر روداد یہ ہے کہ بندہ عربی چہارم میں تھا، والد صاحب کو گلے کا کینسر ہوگیا گھر میں بھائی بہنوں میں میں ہی سب سے بڑا تھا اس لئے زیادہ بھاگ دوڑ مجھے ہی کرنی پڑتی تھی، والد صاحب کو سورت یتیم خانہ کے قریب آنند ہسپتال میں رکھا گیا تھا، تقریباً دو ڈھائی مہینے رہنا پڑا تھا، اس پورے دورانیہ میں حضرت مہتمم صاحب نے مجھے مغرب اور عشاء کے بعد جو پڑھائی کا وقت ہوتا ہے اس سے رخصت دیدی تھی، اور رات ہسپتال میں رکنے کی بھی اجازت دے رکھی تھی، اگر یہ سہولت نہ ملتی تو شاید مجھے تعلیم درمیان میں ہی چھوڑنا پڑتی، میں صبح سات بجے مدرسہ آتا اور گیارہ بجے جب چھٹی ہوتی تو فوراً ہسپتال کے لئے نکل جاتا، میرا گاؤں سورت سے دور تھا بہ نسبت راندیر کے، اس وجہ سے مہتمم صاحب نے مجھے دوپہر اور شام کا کھانا اپنے اور والدین کے لئے مدرسہ سے لے جانے کی اجازت دے رکھی تھی، والد صاحب جب تک ہسپتال میں رہے پورے دورانیہ میں دو وقت کا کھانا ساتھ لے جاتا تھا، اللہ تعالی حضرتؒ کو اس کا بہترین صلہ نصیب

فرمائے،آمین۔

مزاج یعقوبی

حضرت مہتمم صاحب کا مزاج اساتذہ کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں تدریس سے فارغ کرنے کا نہیں تھا، جیسا بعض مہتمم صاحبان کیا کرتے ہیں،اس سے مدرسہ کی تعلیم میں پختگی نہیں آتی نیز اساتذہ بھی بے فکر ہوکر خدمت نہیں کر پاتے انہیں ہر وقت تدریس سے فارغ کرنے کا ڈر ستا تا رہتا ہےاور وہ بھی اپنے طور پر نئی جگہ ڈھونڈ تے رہتے ہیں۔

ایک خوبی حضرت میں یہ بھی تھی کہ آپ کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں مدرس یا فلاں ملازم میری برائی کرتا ہے، میرے خلاف باتیں کرتا ہے باوجود اس کے انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے، ملاقات ہونے پر اس طرح پیش آتے کہ اسے احساس بھی نہیں ہونے دیتے کہ مجھے تمہاری حرکتوں کا علم ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے لندن کی ایک مجلس میں سنا تھا کہ مہتمم ہوتو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسا جو سب کی کڑوی کسیلی سنتے تھےاور ہضم کر جاتے تھے،کوئی انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے،حضرت مہتمم صاحبؒ کی بھی یہی عادت تھی، ورنہ آج کے عہدیداروں کا مزاج تو ڈکٹیٹر جیسا ہوگیا ہے،عیاں راچہ بیاں ،حضرت مہتمم صاحب کا سلوک مدرسین کے ساتھ کیسا ہوتا تھااس کی دومثال پیش کرتا ہوں۔

(۱)استاذ مکرم قاری یونس صاحب پانولویؒ بوجوہ دارالعلوم سے الگ ہورہے

تھےتو آخری ہی ملاقات میں ان سے حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا تھا کہ دوبارہ تدریس کا جی کرے تو دارالعلوم کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں۔

(۲) حضرت کے ہم سبق حضرت مولانا عباس صاحب سریگت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ میں بطور مدرس میرا تقرر ہوگیا، سات سال تک دارالعلوم میں پڑھایا، بعدہ اللہ تعالی نے جنوبی افریقہ آنا مقدر فرمایا، مہتمم صاحب نے بہت انبساط اور بشاشت سے مجھے دارالعلوم سے رخصت دی، ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی وجہ سے اگر وہاں جی نہ لگے تو آپ کے لئے دارالعلوم کے دروازے کھلے ہیں یہ کہتے ہوئے مجھے ایک سال کی رخصت دی، مولانا عباس صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

وقت آنے پر عملاً ایسا کر کے بھی دکھایا، دارالعلوم کے ایک استاذ تدریس چھوڑ کر بیرون ملک مقیم ہو گئے تھے، وہاں ان کا دل نہیں لگا تو دوبارہ انڈیا کا رخ کیا انڈیا آکر حضرت مہتمم صاحبؒ سے تدریس کی خواہش کا اظہار کیا، حضرتؒ نے ان کو دوبارہ تدریس کے لئے رکھ لیا۔

ایک مرتبہ جو یہاں آگیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا

دارالعلوم کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں جو بھی آیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے، چند مثالیں۔

(۱) مولانا رجب صاحب ترکیسریؒ دارالعلوم اشرفیہ کی تاریخ میں ان کو یہ

اعزاز حاصل ہے کہ درجۂ عالمیت کا پورا کورس از اول تا آخر دار العلوم اشرفیہ میں پڑھا اور فراغت کے بعد تدریسی خدمت بھی مادر علمی میں شروع کی اور تادم حیات مادر علمی سے وابستہ رہے۔

(۲) دار العلوم کے سابق شیخ الحدیث برکۃ العصر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ جو شیخ اجمیری کے لقب سے معروف تھے بطور مدرس تشریف لائے اور تاحیات اشرفیہ میں تدریسی خدمت انجام دی۔

(۳) حضرت مولانا حکیم ابو الشفاءؒ بھی دار العلوم اشرفیہ میں مدرس بن کر تشریف لائے اور پوری زندگی درس وتدریس میں گذاردی۔

(۴) حضرت مولانا محی الدین صاحبؒ نے بھی درس وتدریس کا تعلق تاحیات دار العلوم سے قائم رکھا۔

اندازِ تدریس

تدریس کا انداز ایسا پیارا تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سبق سمجھ لیتا تھا،س کی دو وجہیں تھیں ایک تدریس کے لئے آسان زبان کا استعمال دوسرے دوران سبق حسب موقع اسلاف کے واقعات سنانا جس سے طلباء کو سبق سمجھنے میں مدد ملتی تھی۔

انداز خطابت

ہر مقرر کا اپنا انداز بیان ہوتا ہے کوئی واعظ خوش بیان ہوتا ہے جس کے چٹکلوں اور لطیفوں اور مسجع ومقفع عبارتوں سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں اور گھنٹوں اس کی تقریر سنتے

ہیں، کوئی شعلہ بیان خطیب ہوتا ہے جس کی تقریر سے آگ برسنے لگتی ہے اور ہنستے ہوئے لوگ رونے لگتے ہیں، استاذ مرحوم نہ شعلہ بیان خطیب تھے نہ خوش گلو واعظ وہ ان ساری صفات سے عاری تھے، حضرت کی تقریر کے الفاظ اگرچہ عصر جدید کے الفاظ وتعبیرات سے میل نہیں کھاتے تھے لیکن سننے والوں کے دلوں میں گھر کر جاتے تھے۔

تقریر میں تدریس سے بھی آسان زبان ستعمال فرماتے تھے چونکہ تقریر کا مقصد عوام کو دین کی باتیں سمجھانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی علمی قابلیت کا اظہار کرنا، قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا مقصد ہے سامنے والے کو اپنی بات سمجھانا، حضرت موسی علیہ السلام اللہ تعالی سے التجا کر رہے ہیں، **رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی** میری زبان کی گرہ کھولدے تاکہ فرعون میری بات سمجھ سکے۔

حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ اگر کوئی مقرر سامعین کے سامنے اس طرح تقریر کرتا ہے کہ مقرر کی بات سامعین کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ مقرر کی سامعین سے محبت نہ ہونے کی علامت ہے۔

ایک واقعہ۔ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھرویؒ کے خطبات میں ہے حضرت تھانویؒ کا دنیا سے جانے کا وقت قریب تھا، حضرت سے تعلق رکھنے والے چند افراد جو تھانہ بھون کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے حاضر خدمت ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت! آخری وقت میں آپ ہمیں کوئی ایسی نصیحت کر دیجئے کہ ہم اسے

پلو باندھ لیں اور وہ ہمیں تاحیات کام دے۔

حضرت تھانویؒ نے ان کی خواہش کا احترام کیا اور اپنے علمی معیار کے مطابق نہیں بلکہ مخاطبین کی رعایت کرتے ہوئے ان کی زبان میں انہیں تین نصیحتیں کیں، فرمایا کہ: اللہ تعالی کی رضا مطلوب ہو چاہے گھر میں رضائی نہ ہو، یکسوئی مطلوب ہو چاہے گھر میں سوئی نہ ہو، خودرائی رائے کے دانہ کے برابر بھی نہ ہو۔

خطیب الامت کی کتب کا انتظار رہتا ہے

برطانیہ کے آخری سفر میں ایک دن مجھ سے فرمایا کہ عبدالسلام! مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کی کوئی نئی کتاب بہت عرصہ سے شائع نہیں آئی، کیا وجہ ہے؟

میں نے عرض کیا کہ بچے چھوٹے تھے تو تصنیفی کام ہو جاتا تھا اب جیسے جیسے بچے بڑے ہو رہے ہیں مشغولیت بھی بڑھتی جا رہی ہے، فرمایا کہ وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا کام کرتے رہو، مولانا کی باتوں میں علمی نکات ہوتے ہیں پڑھنے میں خوب جی لگتا ہے۔

''توفیق باری،، سے ''توفیق الباری،، مل گئی ہے

برطانیہ کے سفر میں مجھ سے فرمایا کہ تیرے لئے ہندوستان سے ایک کام لے کر آیا ہوں، میں نے عرض کیا کہ حضرت! حکم کرے، فرمایا کہ پاکستان سے ایک کتاب چھپی ہے ''توفیق الباری،، جو بخاری شریف کی پانچ چھ شروحات کا خلاصہ ہے، میں نے برطانیہ کے مختلف کتاب گھروں میں معلوم کیا مگر کتاب ملی نہیں، میں نے پاکستان سے منگوا کر حضرت کے پتے پر پوسٹ کر دی، کتاب حضرت الاستاذ کے ہاتوں میں پہنچے اس

سے پہلے میرا ہندوستان جانا ہوگیا، حضرت نے پوچھا وہ کتاب ملی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! ''توفیق باری،، سے ''توفیق الباری،، مل گئی ہے ان شاء اللہ بہت جلد آپ تک پہنچ جائے گی، یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

پل

دارالعلوم اشرفیہ میں بارش کے موسم میں پانی بھر جاتا تھا، دارالاقامۃ اور درسگاہ کے درمیان ایک راستہ پڑتا تھا اسے عبور کر کے جانا ہوتا تھا، پانی بھر جانے کی وجہ سے بعض مرتبہ طلباء کی پڑھائی بھی متاثر ہوتی تھی، حضرت کے حساس دل نے یہ گوارا نہیں کیا کہ طلباء کے اسباق کا ناغہ ہو اس لئے حضرتؒ نے دارالاقامۃ اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنا دیا، طلباء کے لئے پل بنا کر حضرتؒ نے طلباء کے لئے درسگاہ تک پہنچنا آسان کر دیا ، ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمان کو جنت میں پہنچنے کے لئے پل صراط سے گذرنا ہوگا اور لوگ مختلف طریقہ سے پل صراط سے گذریں گے اپنے اپنے اعمال کے مطابق تو اللہ تعالی کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالی اس عمل (پل) کے بدلے میں حضرت مہتمم صاحب کے لئے پل صراط سے عبور کو آسان فرمادیں گے۔

نورانی قاعدہ پڑھنے والا باقاعدہ نورانی بن جاتا تھا

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی کے یہاں ہر طالب کو چاہے وہ کسی مدرسہ کا شیخ الحدیث ہو یا مہتمم یا کوئی اور منصب پر فائز ہو نورانی قاعدہ پڑھنا ہوتا تھا (میں کہا کرتا ہوں کہ نورانی قاعدہ پڑھنے ہی سے حضرت ہردوئی طالبین کے قلب و روح کو

آدھا نورانی بنا دیتے تھے کیونکہ شیخ الحدیث اور کسی بڑے ادارے کے مہتمم کے لئے اس منصب پر ہوتے ہوئے نورانی قاعدہ پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، اس کیلئے نفس کو خوب مارنا پڑتا ہے، نفس پر آرے چلانے پڑتے ہیں تب جا کر وہ ایسا کر سکتا ہے، تو سمجھو آدھا دل تو نورانی ویسے ہو گیا اور آگے ہے ''قاعدہ،، اب یہاں کے قواعد کے مطابق وقت گذارے گا تو ''با قاعدہ نورانی،، ہو جائے گا) حضرت نے بھی ہر دوئی کے قیام میں وہاں کی ہر قیود وشرائط کا پورا لحاظ کیا۔

اصلاح

ایک ساتھی نے بتایا کہ وہ اور حضرت مہتمم صاحب ہر دوئی میں حضرت والا کے یہاں ساتھ تھے، حضرت مہتمم صاحب دیگر طالبین کی طرح زمین پر لیٹے تھے، میں نے حضرت کو یہ کہتے ہوئے تکیہ پیش کیا کہ آپ کے پاس جو تکیہ ہے وہ آپ کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم دونوں اپنی اصلاح کی غرض سے یہاں حاضر ہوئے ہیں لہذا تم تکلف سے کام نہ لو یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

ملفوظات

یہ بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ ایک آدمی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے جو میری کمیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے، پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کی نعمت اس طرح ہے کہ سبھی لوگ اگر آدمی کے معتقد اور اس کے

چاہنے والے ہوتو آدمی میں بے فکری پیدا ہوجاتی ہے، کوئی ایسا کرم فرما بھی ہوتو آدمی چوکنا رہتا ہے اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے بایں معنی یہ اللہ تعالی کی نعمت ہے۔

موجودہ دور کی ایک عام بیماری

آج جسے دیکھو وہ یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ مجھ پر کسی نے کچھ باہر کا (جادو) کردیا ہے اکثر یہ وہم ہوتا ہے، پھر جب ایک مرتبہ یہ سوچ بن جاتی ہے تو ایسا آدمی اب اپنے ساتھ پیش آنے والے ہر واقعہ کو اسی نظریہ سے دیکھتا ہے اور پھر عاملوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے، نتیجۃً اس میں وقت، پیسہ اور بعض مرتبہ ایمان بھی برباد ہوجاتا ہے، میرے پاس راندیر میں ایک غریب بوڑھی خاتون آئی بالکل ان پڑھ آکر کہنے لگی کہ مجھ پر کسی نے کچھ کردیا ہے (جادو) میں نے کہا کہ کسی نے کچھ نہیں کیا ہے تم نے اپنے طور پر ایسا خیال قائم کرلیا ہے، میں نے سوچا کہ یہ نہ جوان ہے، نہ خوبصوت اور نہ مالدار، نہ ہی پڑھی لکھی ہے، اس پر کوئی جادو کیوں کرے گا، آدمی اگر ایسی غلط حرکت کرتا ہے تو اکثر اس کا سبب حسد ہوتا ہے، اس کے پاس تو ایسی کوئی چیز تھی ہی نہیں جس پر حسد کیا جائے، آج کل یہ وبا بہت عام ہوگئی ہے اور صرف ناخواندہ لوگ ہی نہیں پڑھے لکھے دین کا علم رکھنے والے بھی اس وبا کا شکار ہوگئے ہیں۔

حضرت مولانا ابوالوفاءؒ کا دوران خطابت ایک معمول

حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوریؒ بڑے مقرر تھے، دوران بیان جب حضور ﷺ کا ذکر آتا تو ''سید الاولین والاخرین،، کے جملے سے حضرت کو یاد کرتے، نیز

فرمایا کہ ان کو پوری ابن ماجہ شریف زبانی یاد تھی۔

چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی

مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کو کوئی یہ کہتا کہ حضرت فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے، تو حضرت کو ذرا مشکل لگتا اور پھر اسی صفحہ کے متعلق حضرت سے یہ کہا جاتا کہ اس کو سمجھانا ہے تو یہ کام حضرت کو آسان لگتا، میرا بھی یہی حال ہے اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے تو مجھے ذرا مشکل لگتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ فلاں صفحہ کو سمجھا دیجئے تو یہ عمل آسان معلوم ہوتا ہے پھر فرمایا کہ چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی۔

مولانا عبیداللہ سندھی کو سیاسی سوجھ بوجھ خوب تھی

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو اللہ تعالی نے سیاسی سوجھ بوجھ خوب دی تھی اگر ان کو ایک بڑا ملک چلانے کے لئے دیدیا جاتا تو ان میں یہ استعداد تھی کہ وہ اس کو چلا سکتے تھے، حضرت کبھی پلنگ پر نہیں سوتے تھے، ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم اشرفیہ کے جلسہ میں تشریف لائے تھے۔

سنگ بنیاد

ارالعلوم اشرفیہ کی سنگ بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ مہاجر مکی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے مشورے سے ہمارے جدامجد حضرت الحاج اسماعیل محمد اشرف صاحب راندیریؒ نے حضرت مولانا برکت اللہ صاحب

سورتیؒ کے دست مبارک سے ۱۲۸۶ھ میں رکھوائی تھی۔

دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے پہلے مدرس..........

مدرسہ کے سب سے اول مدرس حضرت مولانا برکت اللہ صاحب سورتیؒ تلمیذ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ اور مولانا محمد عیسی صاحب گودھرویؒ شاگرد مفتی صدرالدینؒ مقرر ہوئے، بعدہ یہ ادارہ دن بدن ترقی کی منازل طے کرتا چلا گیا۔

یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر

دور اہتمام کے ابتدائی سالوں میں اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا، رات کو سویا تو خواب میں دادا جان تشریف لائے اور فرمایا کہ یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر یہ کہہ کر مجھے پیسوں کی تھیلی دی اور فرمایا کہ اس میں سے خرچ کرتا رہ اس کے بعد سے کبھی بھی مجھے یہ فکر لاحق نہیں ہوئی، مدرسہ اللہ اپنے فضل سے چلا رہا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ کو چندے کی ضرورت کیوں پڑی؟

۱۹۶۴ء میں برما کے مسلمانوں پر بڑے سخت حالات آئے، وہاں راندیر، بربودن، ہتھوڑا، وریاو اور دیگر جگہوں کے لوگ موجود تھے، حالات یہ ہو گئے کہ بڑے بڑے مالدار غریب ہو گئے، کتنوں کو قید خانہ میں بند کر دیا اور کتنے لوگ قید خانہ ہی میں اللہ تعالی کو پیارے ہو گئے، مسلمانوں کی ملکیت پر حکومت نے قبضہ کر لیا، دارالعلوم کی برما میں کافی جائداد تھیں اسی سے دارالعلوم کے اخراجات پورے ہوتے تھے، چندہ نہیں کرنا پڑتا تھا، بعدہ چندہ کا سلسلہ شروع ہوا، دارالعلوم اسی سال تک کرایہ پر بھی چلا

ہے۔

دارالعلوم کی مسجد

دارالعلوم میں فی الحال جو مسجد ہے وہ حضرتؒ کے دوراہتمام میں بنی ہے، اس مسجد کے جو منارے ہیں اس کے متعلق حضرت فرماتے تھے کہ احد پہاڑ کے قریب ایک مسجد ہے اس کے منارے اور دارالعلوم کی مسجد کے منار یکساں ہے، حضور ﷺ پر جہاں پہلی وحی نازل ہوئی غارحرا میں وہاں ایک مسجد ہے اس کے منار اور دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد کے منار بھی یکساں ہے، نیز فرمایا کہ وہاں پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور یہاں وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے۔

رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے

بندے نے حضرت کو لاجپور جامع مسجد میں خطابت کی دعوت دی، ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ نہ میرے پاس کار ہے اور نہ میں اپنے طور پر موٹر کار کا انتظام کرسکتا ہوں، رکشہ آپ کو لینے اور چھوڑنے آئے گا، اس پر فرمایا کہ رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے نیز فرمایا کہ قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کو کوئی بیان کرنے یا کسی اور ضرورت سے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا اور کہتا کہ حضرت! میں غریب آدمی ہوں میرے پاس تو آپ کے لے جانے اور واپسی میں چھوڑنے کے لئے صرف سائیکل ہے، حضرت بخوشی اس کے ساتھ سائیکل پر سوار ہو جاتے۔

وقفہ کی حکمت

لاجپور میں جو بیان ہوا تھا ایک بات یہ فرمائی تھی کہ جمعہ کی نماز سے پہلے جو بیان ہوتا ہے تو بیان کے ختم پر بیان اور خطبہ کے درمیان کم از کم آٹھ دس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہئے تا کہ جو لوگ دوران بیان مسجد میں آئے وہ بیان میں شرکت کر سکے، مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ سنت مئوکدہ پڑھنے کی فکر نہ رہے، اس کے بعد سے مسجد میں اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

جب اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل کو.............

یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جمعہ سے پہلے خطیب جو خطاب کرتا ہے وہ بھی دین کا ہی حصہ ہے، دینی کام ہے، بیان اجتماعی عمل ہے اور سنت پڑھنا یا قرآن کریم کی تلاوت یہ انفرادی عمل ہے، فقہاء لکھتے ہیں کہ جب اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل چھوڑ دینا چاہئے اور پہلے سے انفرادی عمل میں مشغول تھا تو اس کو چھوڑ کر یا جلدی سے ختم کر کے اجتماعی عمل میں شریک ہو جانا چاہئے۔

اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں

جس شخص کا انتقال جمعہ کے دن ہوتا ہے اس کو قبر میں حضور ﷺ کا دیدار نہیں ہوگا اس لئے کہ جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال و جواب نہیں ہوتے ہیں اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں، پھر فرمایا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب اور حضرت مولانا محمد رضا اجمیری کا انتقال جمعہ کے دن ہوا تھا، نیز فرمایا کہ حضور

ﷺ کی پیدائش اور انتقال دونوں پیر کے دن ہوئے ہیں، میرے دادا جان کی پیدائش اور وفات دونوں پیر کے دن ہوئے تھے۔

حدیث کی کتب اور فقہی کتب کے مصنفین

حدیث کی اکثر کتب کے مصنف یا تو شوافع المسلک ہے یا حنابلہ ہیں یا پھر مجتہد مطلق ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ یہ محدث تھے، اور فقہی کتب کے اکثر مصنفین احناف ہیں اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کا زیادہ مشغلہ فقہ کا تھا۔

مسیح الامت کا ایک خاص اعزاز

شیخ جلال آبادی فرماتے تھے کہ اکثر و بیشتر بزرگوں کو جو لقب ملے ہیں وہ ان کے شاگردوں کی طرف سے ملے ہیں لیکن مجھے جو مسیح الامت کا لقب ملا ہے یہ میرے استاذ کی طرف سے ملا ہے (یقیناً یہ فخر کی بات ہے)

آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سورت تشریف لائے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جی ہاں! مولانا انظر شاہ کشمیری کے بیٹے خضر سے میری ملاقات ہے۔

قیامت وہبی نہیں کسبی ہے

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ملفوظ ہے کہ قیامت وہبی نہیں ہے یعنی ایک دم سے قیامت نہیں آئے گی قیامت کسبی ہے یعنی لوگ ایسے اعمال کریں گے کہ ان کے اعمال

قیامت کو دعوت دیں گے۔

اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے

میں نے مفتی عبد الغنی صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت! طلباء کو وائرنگ کا کام سکھانا چاہیئے؟ تو فرمایا کہ طلباء کے لئے یہ کام اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ طالب علم ادھر سے ادھر سیڑھی لیکر دوڑے، اس سے کچھ mistake ہو جائے تو لوگ اسے گالیاں دیں۔

ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہیئے

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا ملفوظ ہے کہ ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہیئے اس کا نسخہ یہ ہے کہ خالص گھی اور کالی مری دونوں ساتھ کھائے کیونکہ حد سے زیادہ ذکر کرنے سے دماغ خشک ہو جاتا ہے، گھی اور مری کے استعمال سے دماغ تر و تازہ رہتا ہے۔

دار العلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز

دار العلوم کا خصوصی امتیاز رہا ہے کہ اس نے شروع ہی سے لوگوں کو دین سے وابستہ اور بدعات سے دور رکھنے کے لئے گاؤں، گاؤں دیہات، دیہات مکاتب کا جال بچھایا اس سے پہلے تک یہ سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، مولانا احمد اشرف راندیریؒ نے ۱۹۲۸ء سے اس سلسلہ کا آغاز کیا تھا، حضرت کے زمانہ میں قرب و جوار میں حضرت ہی کی سرپرستی میں سوڈیڑھ سو مکاتب چلتے تھے جن میں سے بعض اب بھی چل رہے ہیں پھر جب مقامی لوگوں میں دینی بیداری آئی تو انہوں نے از خود ذمہ داری اپنے سر لی اور اب یہ سلسلہ

بفضل اللہ وسیع ہوتا جارہا ہے۔

یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں

مولانا غلام محمد صادق راندیریؒ نے گجراتی زبان میں کتابوں کی اشاعت کے عمل کو شروع کیا تھا، یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں، اور مولانا عبدالرحیم صادقؒ نے سب سے پہلے گجراتی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کی تھی، پاکستان میں آپ کے گجراتی ترجمہ وتفسیر کو پڑھ کر خواجہ برادری نے اپنے عقائد کو درست کیا تھا۔

شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو

مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ شیخ کا چہرہ بے وضو نہیں دیکھنا چاہئے، میں نے اپنے شیخ کی زیارت کبھی بے وضو نہیں کی۔

تعلق

مجھے اپنے شیخ حضرت والا ہردوئیؒ سے اس قدر دلی تعلق ہے کہ میں اگر اپنے جسم کو کاٹوں تو خون کے ایک ایک قطرے سے ''ابرارالحق، ابرارالحق،، لکھا ہوا نکلے گا۔

اس سے طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے

دارالعلوم کے سالانہ جلسے میں مہمان خصوصی کے طور پر جس شخصیت کو مدعو کرتا ہوں تو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ کسی بزرگ سے وابستہ ہے یا نہیں، میں اس نسبت پر مدعو نہیں کرتا کہ وہ بڑا خطیب ہے تا کہ طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہو۔

ترقی

حضرتؒ کے دوراہتمام میں دارالعلوم نے جوتعلیمی وتعمیری ترقی کی اس پر ایک نظر، مفتی احمد اشرفؒ کے دوراہتمام میں طلباء کی کل تعداد ڈھائی سو سے تین سو کے قریب رہا کرتی تھیں، حضرت مہتمم صاحبؒ کے دوراہتمام میں یہ تعداد بڑھ کر ساڑھے چار سو سے زائد ہوگئی تھی، فی الحال دارالعلوم میں تقریباً چار سو ستر طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار الاقامۃ کے سولہ کمرے تھے، حضرت مہتمم صاحب نے اس کو بڑھا کر اس کی تعداد دوگنی کردی۔

مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں درسگاہ کی عمارت دو منزلہ تھیں، حضرت مہتمم صاحب نے اپنے دوراہتمام میں درسگاہ کی بلڈنگ تین منزلہ کردی۔

مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دوراہتمام میں کیچن الگ سے نہیں تھا، حضرت مہتمم صاحب نے دارالعلوم میں کیچن الگ سے بنوایا۔

دارالعلوم کی خوبصورت اور دیدہ زیب مسجد کی تعمیر حضرت استاذ مرحوم نے کروائی ، بورڈنگ اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنوایا جو اب دار الاقامۃ کو سیدھا درسگاہوں سے جوڑتا ہے، دارالعلوم میں باقاعدہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

احترام

حضرت مشائخ کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے، باوجود بھاری بدن ہونے کے بھی چہارزانو نہیں بیٹھتے تھے، کبھی کبھی تو تین تین گھنٹے آپ دوزانو بیٹھے نظر آئے۔

ادب

چاند تارے قدموں میں بچھے جاتے ہیں

یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

میرے ساتھ اکابر ومشائخ جو محبت کا معاملہ فرماتے ہیں اور دعاؤں سے نوازتے ہیں وہ سب میرے ادب کی وجہ سے ہیں۔

چھوڑ کر وہ ہمیں چل دیئے
سنی جس نے بھی خبر رو دیئے
کام دین کے عمر بھر کئے
دین کے خاطر مرے دین کے خاطر جئے

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم حضرت حافظ قاری عبد الحق صاحب دیوان (صوفی) لاجپوری سابق امام جامع مسجد لاجپور

طویل عرصہ کی مسجد کی امامت

چل بسے جہاں سے استاذ محترم
ہو ان پہ خدا کا کرم
تھی طبیعت میں شرافت
طویل عرصہ کی مسجد کی امامت
تھے سب مقتدی ان سے راضی
کرتے تھے محبت سب نمازی
قرائت کرتے تھے خوب پیاری
جھومتے تھے سن کر نمازی
ہے آنکھوں سے سب کے اشک جاری
ہے دلوں پہ سب کے غم طاری
تھے بے تکلف سے تھے عاری
ہوتا جو دل میں وہی ہوتا زباں پہ جاری
تھا چہرہ خوب صورت اور نورانی
علماء کی کرتے تھے خوب قدردانی
تھا تدریس کا سلسلہ بھی جاری
ہے یہ ان کے حق میں صدقۂ جاری

مطالعہ کے تھے شوقین و دلدادہ
رہتی تھی طبیعت جانب علم آمادہ
رکھتے تھے بزرگوں سے خوب عقیدت
تھا وجود آپ کا بسا غنیمت
بڑی خوبیوں کے تھے مالک
ہو راضی ان سے خالق و مالک
ہو قبول آپ کی خدمات ساری
رہے فیض آپ کا تا دیر جاری
آئیں گے یاد عبد الحق قاری
رہے گا سدا دل پہ غم طاری
ہے سلام کے لب پہ دعا یہی جاری
برستی رہے تربت پہ رحمت باری

غمناک خبر

آنکھیں نم صورت پہ غم طاری ہے
کھودی آج ہم نے شخصیت بڑی پیاری ہے

(سلام لاجپوری)

۵ فروری ۲۰۲۲ء مطابق ۴ رجب ۱۴۴۳ھ بروز سنیچر ایک غمناک خبر نے دل کو ہلا دیا وہ خبر یہ تھی کہ استاذ محترم قاری عبدالحق صاحب دیوان (صوفی) لاجپوری اب اس دنیا میں نہیں رہے، اللہ تعالی کو پیارے ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفرہ وارحمہ وسکنہ فی الجنۃ.

آج سب مقتدی بے سہارے ہو گئے
امام ان کے خدا کو پیارے ہو گئے

(سلام لاجپوری)

نسبت

جو خاندان صوفی اور خاندان دیوان ہے
خدانے بخشی ان کو بڑی شان ہے
دیئے انہوں نے عظیم کارنامے انجام ہے
ہند وبیرون ہند میں چمکا ان کا نام ہے
سرزمین لاجپور کو ملی ان سے اک الگ پہچان ہے

کرتا سلام ان کی عظمت کو سلام ہے

(سلام لاجپوری)

لاجپور میں دو مشہور خاندان ہے ''خاندان دیوان اور خاندان صوفی''، یہ خاندان اپنی علم دوستی اور بزرگی میں مسلم ہے، استاذ محترم کی نسبت دونوں خاندان سے تھی، یہ ان پر اللہ کا بڑا اکرم اور انعام تھا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء، واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

پیدائش

سر زمین لاجپور میں وہ پیدا ہوئے
کئے کام ایسے کہ سب ان پہ شیدا ہوئے

(سلام لاجپوری)

حضرت کی پیدائش ۱۶ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو گاؤں لاجپور میں فخر گجرات حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب دیوانؒ کے گھر ہوئی۔

تعلیم

مدرسہ اسلامیہ سے ہوا ایسا تعلق قائم
کہ بچپن سے آخری دم تک رہا قائم

(سلام لاجپوری)

مکتب اور حفظ کی زیادہ تر تعلیم مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں حاصل کی تھی، حفظ کا

آغاز مدرسہ اسلامیہ لاجپور سے کیا تھا اور تکمیل بھی مدرسہ اسلامیہ لاجپور ہی میں کی تھی، علاوہ ازیں کچھ عرصہ مفتاح العلوم تراج، صوفی باغ سورت، فلاح دارین ترکیسر اور جامعہ حسینیہ راندیر میں بھی گذرا، تجوید کی تعلیم لکھنؤ سے حاصل کی۔

تدریس

رہے وابستہ تادم آخر تدریس سے
تھی بڑی محبت آپ کو تدریس سے

(سلام لاجپوری)

تدریسی خدمت کا آغاز اون سے شروع کیا، کچھ عرصہ صوفی باغ سورت میں بھی پرائیویٹ طور پر پڑھایا بعدہ تادم حیات مدرسہ اسلامیہ لاجپور جو آپ کی مادر علمی بھی سے وابستہ رہے۔

صدر مدرسی

مدرسہ اسلامیہ میں صدر مدرسی کے فرائض بھی انجام دیئے۔

تربیت

بات کہنے کی آتی آپ کو ادا تھی
تربیت پہ رہتی نظر سدا تھی
تربیت ہی سے بنتا انسان ہے
ہر جگہ نظر آتا اب اسی کا فقدان ہے

تعلیم کے ساتھ تربیت پہ بھی گر نظر ہوگی
تبھی دین کے مطابق زندگی بسر ہوگی

(سلام لاجپوری)

مکتب میں اساتذہ بچوں کو تعلیم تو دیتے ہیں مگر بہت کم اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو تعلیم کے ساتھ تربیت کے فرائض بھی انجام دیتے ہو،استاذ مرحوم تعلیم کے ساتھ بچوں کی دینی تربیت بھی خوب کرتے تھے،اس کے لئے آپ جس چیز کا سہارا لیتے تھے وہ تھا انبیاء،صحابہ،اور بزرگان دین کے واقعات،آپ کو واقعات بہت یاد تھے، وقتاً فوقتاً بچوں کو واقعات سنا کر ان کی دینی تربیت کرتے تھے،بچوں کو ویسے بھی کہانی اور واقعات سے فطری طور پر دلچسپی ہوتی ہے،واقعات وقصص یاد بھی جلدی ہو جاتے ہیں اور تادیر یاد بھی رہتے ہیں، یہی طرز ماضی قریب کے اکابر میں قدوۃ الکاملین،زبدۃ العارفین،شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا تھا،آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے،یہ سب آپ کے حق میں صدقہ جاریہ ہے۔

سنجیدگی

بحث و تکرار سے رہتے دور تھے
جو ملتا راہ میں کرتے سلام ضرور تھے

حضرت کے مزاج میں سنجیدگی تھی، بحث وتکرار اور اختلاف کی باتوں سے حتی الامکان اپنے کو دور رکھتے تھے،اور ہر نمازی سے چھوٹا ہو یا بڑا محبت واحترام سے ملتے

تھے، اکثر خود ہی سلام میں پہل کرتے تھے۔

خلافت

پیرامن میں حافظ محمد صاحب جو''باجی،،کے لقب سے مشہور تھے جن کو حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ اور دیگر اکابر نے خلافت سے نوازا تھا نے حضرت کو خلافت سے نوازا تھا۔

ایام زندگی کے چند اوراق

ہے تیار جو کتاب کے صفحات
ہوا پڑھ کے دل شاد
رکھ لے نام اس کا ایام زندگی کے چند اوراق
ہے دعا کرے مقبولیت عطا خدائے پاک

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم کا ایک دن فون آیا کہ کتاب (حضرتؒ کے حالات زندگی پر مشتمل) تقریباً تیار ہو چکی ہے مگر اب تک اس کا نام کچھ سوچا نہیں ہے، مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا نام رکھا جائے، بندے نے حضرت الاستاذؒ کو مذکورۂ بالا شعر لکھ کر بھیجا کہ اس کتاب کا نام''ایام زندگی کے چند اوراق،،لکھ لیجئے، حضرت کو نام پسند آیا اور تین چار روز کے بعد رنگین خوبصورت ڈیزائن میں مجھ پر مذکورۂ بالا شعر لکھ کر واٹس ایپ کے توسط سے بھیجا، اور ساتھ میں حضرتؒ کے برادر خورد مولانا یوسف صاحب جو یو۔کے میں مقیم ہے کا

ایک آڈیوکلپ بھی بھیجا جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

سوانح حیات پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، کتاب کا جو ٹائٹل پیج ہے وہاں اور مجلد کتاب کے آخری صفحے پر جامع مسجد لاجپور جس میں آپ امام ہے تو ایک طرف پرانی جامع مسجد کا فوٹو اور دوسری طرف پر جدید جامع مسجد کا فوٹو رکھ دے، حضرت الاستاذؒ کو یہ مشورہ پسند بھی آیا تھا، دوسری بات مجھ سے یہ فرمائی کہ ایک مفتی صاحب کی رائے ہے کہ کتاب کو فی الحال شائع نہ کیا جائے جبکہ حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل و جامعۃ القراءت کفلیۃ کی رائے ہے کہ اسے شائع کر دیا جائے، میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی حضرت مفتی عباس صاحب کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے آپ کتاب شائع کر دے، حضرت نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی یہی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے، خیر ''بسا آرزوئے کہ خاک شد،، ''عرفت ربی بفسخ العزائم،، حضرت کی زندگی میں تو کتاب شائع نہیں ہوسکی، کاش! جلد کوئی ایسا نظم ہوجائے کہ کتاب شائع ہوجائے۔

کشکول

حضرت پسندیدہ باتوں کو فوٹو کاپی کروا کر یا پھر کاپی میں لکھ کر محفوظ کر لیتے تھے، ایسے کئی صفحات حضرتؒ نے مجھے دکھائے تھے، یہ بھی ان کے صاف ستھرے علمی ذوق کی علامت ہے، خاندان میں سے کوئی اس جانب توجہ کرے تو ''کشکول عبد الحق،، کے نام سے ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

شعر وشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے

شعر وشاعری سے بھی دلچسپی تھی، جو شعر پسند آتا اسے کاپی میں محفوظ کر لیتے، وعظ میں کوئی شعر پسند آتا تو اظہار پسندیدگی بھی کرتے تھے، بندے کے تحریر کردہ اشعار پڑھے تو واٹس ایپ پر میسیج بھیجا کہ اسے شائع ہونا چاہئے، میں نے ایک منظوم تحریر لکھی تھی جس کا عنوان تھا ''وقت،، اس میں ایک مصرعہ تھا۔

وقت ہی تو بدلہ ہے بدل جانے دو
پر وقت کی طرح تم نہ بدل جانا
وقت کے ساتھ بدلنے والے کم ظرف ہوتے ہیں
افسوس ایسے لوگ ہر جگہ ہر طرف ہوتے ہیں
سلام رشتے تو نبھانے کے لئے ہوتے ہیں
نہ کہ صرف دکھاوے کے لئے ہوتے ہیں

اس کو پڑھ کر مجھ پر لکھ بھیجا کہ

وقت کرتا جو وفا
ہم بھی آپ کے پاس ہوتے

ہو گئے عالم فانی سے رخصت

حضرتؒ تو دنیا سے چلے گئے اب ہمارے علمی وادبی کام پر حوصلہ افزائی کون کرے گا؟ وقت نے بھی واقعی وفا نہ کی۔

نہ دی وقت نے مزید فرصت
ہوگئے آپ عالم فانی سے رخصت
ہے جب تک ہمارے دم میں دم
رہے گا دل کو آپ کی جدائی کا غم

عالی اخلاق

جب بھی ملتے کرتے بات تھے
بڑے عالی آپ کے اخلاق تھے
اپنے ہمراہ گھر لے جاکر
کھلاتے کھانا اپنے ساتھ تھے

(سلام لاجپوری)

استاذ محترم کا معاملہ بندے کے ساتھ بڑا مشفقانہ تھا، تین مثالیں۔

(۱) بندہ جب انڈیا سے ۲۱ مارچ ۲۰۰۳ء کو یو، کے آرہا تھا اس موقع پر حضرت الاستاذؒ نے گاؤں کی ایک مسجد میں میرے برطانیہ جانے کی خوشی میں مفتی رشید احمد صاحب کتھراداکا بیان رکھا تھا، یہ سب انتظام حضرت نے خود کیا تھا۔

(۲) برطانیہ کے سفر سے جب بھی وطن جانا ہوا، آپ نے ہمیشہ مجھے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز سے پہلے بیان کی دعوت پیش کی، احقر کو بیان میں اشعار پڑھنے کا شوق ہے، استاذ مرحوم کو بھی اشعار سے دلچسپی تھی، نماز جمعہ کے بعد جب ملاقات ہوتی تو

فرماتے کہ تو نے فلاں شعر بہت اچھا سنایا، کبھی فرماتے فلاں شعر سن کر بڑا لطف آیا، نماز جمعہ کے بعد میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور مسجد کے مین دروازے تک لے چلتے، برطانیہ کے ہر سفر میں ایک جمعہ ایسا بھی ہوتا کہ نماز سے فراغت پر مجھے اپنے مکان پر لے جا کر ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

معمول

ذوق مطالعہ ہوتا جارہا کم ہے
دیکھ کے یہ حالت ہوتا دل کو غم ہے
کتابیں گھر میں رکھی ہے پر پڑھتے نہیں
کتابوں کا مطالعہ کبھی کرتے نہیں

(سلام لاجپوری)

(۳) احقر کی کوئی تصنیف چھپ کر آتی اس کا از اول تا آخر مطالعہ کرتے بعد از مطالعہ کتاب کے تعلق سے ایسے تحسینی کلمات کہتے کہ بندہ سن کر شرمندہ ہو جاتا، یہ آپ کی اعلی ظرفی تھی اور یہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی، نیز مجھ سے کتاب کے سو نسخے طلب کرتے اور فرماتے کہ میں اس کو صاحب ذوق حضرات میں خود تقسیم کروں گا، فرماتے کہ میں ایسے کچھ اشخاص کو جانتا ہوں جو عالم دین تو نہیں ہے مگر مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں میں ان کو کتابیں دیتا ہوں، ساتھ بڑے افسوس سے فرماتے کہ میں ان علماء کو جن کی بابت مجھے علم ہے کہ وہ مطالعہ کا ذوق نہیں رکھتے ان کو کتاب ہدیہ نہیں کرتا، اس لئے کہ کتاب کا مقصد

ہوتا ہے مطالعہ کرنا نہ کہ اچھی اچھی الماری بنا کر کتاب کو الماری کی زینت بنانا، فرماتے کہ بعض علماء نے اپنے گھر میں بڑی خوبصورت الماری بنا رکھی ہے مگر وہ بھولے سے بھی کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے، کتابیں الماری میں پڑی پڑی دھول کھا رہی ہوتی ہے، فرماتے کہ چونکہ ہم کتاب مفت تقسیم کرتے ہیں اس لئے ہر کوئی کتاب مانگتا ہے، فرماتے کہ کوئی مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ کتاب کا ہدیہ کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں ’’مطالعہ،،

ایک عادت یہ بھی تھی کہ گجرات کے بعض اداروں میں خود جا کر کتاب پہنچاتے تھے، فرماتے تھے کہ تیری کتاب، مولانا مرغوب احمد صاحب کھرادا کی کتاب اور مولانا ثمیر الدین قاسمی کی کتاب اپنے ہاتھ سے بعض مدارس میں جا کر صاحب ذوق علماء میں تقسیم کرتا ہوں۔

سر تسلیم خم ہے

ایک دن حضرت کا واٹس ایپ قول آیا، علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے گجراتی زبان میں کچھ حالات زندگی تحریر کئے ہیں، چاہتا ہوں کہ تو اسے قلمبند کر لے، نیز فرمایا کہ مولانا اسماعیل صالح جی اور ان کے برادر مولانا عبد اللہ صالح جی مجھ سے بار بار اس کا تقاضہ کر چکے ہیں کہ میں یہ تحریر ان کے حوالے کر دوں پر میرا دل چاہتا ہے کہ یہ کام تو انجام دے، میں نے عرض کیا کہ یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی کہ یہ سعادت میرے حصہ میں آئے، چنانچہ حضرت نے واٹس ایپ کے توسط سے voice message سے وہ سارا مواد میرے اوپر بھیجدیا، بحمد اللہ وہ ساری باتیں

میں نے قلمبند کر کے حضرتؒ تک بھیجدی، دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور خوب دعاؤں سے نوازا، اس پر مزید کچھ کام حضرتؒ کی چاہت پر جامعۃ القراءت کفلیتہ کے استاذ حضرت مفتی دبیر صاحب قاسمی نے کیا ہے۔

ایک خواہش جوان کی حیات میں پوری نہ ہوسکی

بیماری نے آ پکڑا، لاجپور رحیمیہ ہسپتال اور یونک ہسپتال سورت میں علاج ہوتا رہا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور ؎

شفا ان کی تقدیر میں نہ تھی
مقدور تک تو دوا کر چکے

(میر تقی میر بتغیر)

پھر وقت موعود آ پہنچا ؎

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

(میر)

اہل تعلق اور خدام کو دعا دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اسٹیج کی زینت

وعظ سننے کا خوب شوق تھا
چہرہ نورانی اور با رعب تھا

بیانات میں اسٹیج کی ہوتے زینت تھے
چہرہ خوبصورت اور اخلاق خوب سیرت تھے
سن کر بیانات کرتے حوصلہ افزائی تھے
کرتے مقررین کی بڑی عزت افزائی تھے

مواعظ سننے کا شوق تھا، گاؤں میں بیان ہوتا اس میں شرکت فرماتے تھے، نیز جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے جو بیان ہوتا ہے ہمیشہ وقت سے پہلے حاضر ہوجاتے، نماز جمعہ سے پہلے اگر کسی نوجوان عالم کا بیان ہوتا اسے بھی بڑے دھیان سے سنتے تھے، نہ صرف سنتے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے، بیان دوزانو بیٹھ کر سنتے تھے۔

اناؤنسر

زبان اردو پر حاصل عبور تھا
اس پر نہ کوئی عجب نہ غرور تھا
اردو بولتے بڑی پیاری تھے
جب ملتے کرتے باتیں خوب ساری تھے
تقریر کا ملکہ بھی آپ کو حاصل تھا
کمالات میں آپ کے یہ وصف بھی داخل تھا

(سلام لاجپوری)

لاجپور میں جو تعزیتی اجلاس ہوئے ہیں ان میں سے کئی ایک میں اناؤنسری کے فرائض انجام دیئے ہیں، زبان اردو بلا تکلف روانی کے ساتھ بولتے تھے،تعزیتی اجلاس میں اناؤنسر ہو یا بطور مقرر شمولیت ہو بات رکھنے کا انداز ایسا پیارا تھا کہ کم پڑھا لکھا شخص ہی نہیں ان پڑھ آدمی بھی بآسانی سمجھ لیتا تھا،آپ کی گفتگو سن کر احقر کے دل میں کئی مرتبہ یہ خیال آیا کہ اگر آپ خطیب اور مقرر ہوتے تو یقیناً کامیاب خطباء میں آپ کا شمار ہوتا، نیز یہ بھی سوچتا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے وعظ کہہ سکتے تھے مگر آپ نے کبھی اس کی خواہش نہیں کی بلکہ اس عمل سے اپنے آپ کو ہمیشہ دور رکھا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ منبر رسول سے وعظ ونصیحت کرنا یہ علماء کا منصب ہے،آج کل اس معاملہ میں بہت دلیری دیکھنے میں آتی ہے،لوگ عالم دین نہ ہو کر بھی ممبر رسول سے علماء کی طرح وعظ کہتے ہیں اور اس میں بعض ایسی کمزور باتیں بیان کرتے ہیں کہ سن کر افسوس ہی نہیں بلکہ دکھ ہوتا ہے،اللہ ہی ہدایت دے۔

خوش مزاجی

نہ تکبر نہ ہٹ دھرمی تھی
طبیعت میں بے حد نرمی تھی
اور چہرے پر ہمیشہ آپ کے
رہتی مسکراہٹ تیرتی تھی

(سلام لاجپوری)

مزاج میں خوش مزاجی اور ایک حد تک بے تکلفی بھی تھی، چھوٹوں کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے، چہرہ آپ کا ہمیشہ پُر مسرت نظر آتا تھا۔

رومال

رکھتے اپنے ساتھ دستی رومال تھے
بوقت ضرورت کرتے استعمال تھے
جب آتی تھی لبوں پہ مسکراہٹ
رکھ لیتے اپنے منہ پر رومال تھے

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم اپنے ساتھ دستی رومال رکھتے تھے، جب ہنسی کی بات کرتے یا کسی بات پر مسکراتے تو دستی رومال سے منہ پر رکھ لیتے تھے۔

ہنسی کی اقسام

ہنسی کی تین اقسام ہے
تبسم ضحک قہقہہ اس کا نام ہے

ہنسی کی تین قسمیں لکھی ہیں (۱) تبسم (۲) ضحک (۳) قہقہہ

اس طرح ہنسنا کہ صرف دانت ظاہر ہوں آواز پیدا نہ ہو ''تبسم،، کہلاتا ہے، اور اس طرح ہنسنا کہ تھوڑی آواز بھی پیدا ہو جو خود سنی جائے دوسرا نہ سنے ''ضحک،، کہلاتا ہے اور اس طرح ہنسنا کہ زیادہ آواز پیدا ہو کہ دوسرا بھی سنے اور منہ کھل جائے

''قہقہہ،، کہلاتا ہے آقا کی عادت مبارکہ ''تبسم،، کی تھی، حضرت بھی تبسم پر اکتفا کرتے تھے۔

دلکش لہجہ، شیریں آواز

تھا دلکش لہجہ اور شیریں آواز
کیا برسوں جس نے دلوں پہ راج
ہوگئی ہے اب وہ آواز خاموش
تاعمر کر نہیں سکیں گے ہم اسے فراموش
رہے گا ہمیں اس کا تا عمر افسوس
خدا عطا کرے مرحوم کو جنت الفردوس

حضرتؒ نے تقریباً چالیس سال لاچپور کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیئے، ان چالیس سالوں میں ایک چیز جس میں شروع سے اخیر تک کوئی فرق نہیں آیا وہ تھا قرآن کریم پڑھنے کا انداز اور آپ کی سریلی آواز، وقت گذرتا گیا، عمر ڈھلتی گئی مگر آواز اور لہجہ کا جادو برقرار رہا، خطبہ جمعہ پڑھنے کا منفرد انداز تھا، ہائے افسوس! اب وہ آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

وقت کی پابندی

تھی وقت کی پابندی مثالی
دیتے تھے وقت سے پہلے مسجد میں حاضری

نماز کے لئے ہوتے نہیں تھے لیٹ
جماعت سے پہلے صف میں آکر جاتے تھے بیٹھ
نہیں دیتے تھے کسی کو موقعہ شکایت کا
رہا پورا دور سنہرا آپ کی امامت کا

(سلام لاجپوری)

آدمی جس شعبہ سے بھی منسلک ہو وقت کی پابندی ضروری ہوتی ہے، خاص کر نماز کی امامت کا مسئلہ اور وہ بھی جامع مسجد کی امامت اس میں تو وقت کی پابندی کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے، استاذ محترم کی یہ عادت رہی کہ نماز باجماعت کے لئے ہمیشہ وقت سے پہلے مسجد میں حاضری دیتے، میں کہا کرتا ہوں کہ ''ڈیوٹی میں بیوٹی،، ہو تو آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، آپ کی وقت کی پابندی مثالی تھی، حضرتؒ کی زندگی سے ایک سبق قارئین کو یہ بھی سیکھنا چاہئے کہ ہم چاہے مدرسہ میں مدرس ہو یا مسجد میں امامت کی خدمت کے فرائض انجام دے رہے ہو، وقت کی پابندی کا خوب خیال رکھنا چاہئے۔

تدریس میں بھی وقت کی پابندی خوب تھی

تھی تدریس میں بھی وقت کی پابندی خوب
ہو جاتے تھے وقت سے پہلے حاضر ٹھنڈ ہو یا دھوپ

(سلام لاجپوری)

صرف امامت ہی میں وقت کی پابندی نہیں تھی مدرسہ اسلامیہ میں جہاں آپ

مدرس تھے، وہاں بھی وقت کی پابندی خوب تھی، وقت سے پہلے درس گاہ میں حاضر ہوجاتے تھے۔

ہوتا آپ کے ہر عمل میں دوام تھا
منظّم ہوتا آپ کا ہر کام تھا

سنجیدگی

بحث و تکرار سے رہتے دور تھے
جو ملتا راہ میں کرتے سلام ضرور تھے

حضرتؒ کے مزاج میں سنجیدگی تھی، بحث وتکرار اور اختلاف کی باتوں سے حتی الامکان اپنے کو دور رکھتے تھے، ہر نمازی سے چھوٹا ہو یا بڑا محبت واحترام سے ملتے تھے، اکثر خود ہی سلام میں پہل کرتے تھے۔

حوصلہ افزائی

طویل خدمت کا یہ بھی اک راز تھا
رہتا سدا اپنی ذمہ داری کا احساس تھا
کرتے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی تھے
تھے امام مسجد اور دین کے داعی تھے

(سلام لاجپوری)

نماز کے اوقات میں کہیں جانا ہوتا تو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے خود اپنی

طرف سے کسی کو مقرر کر جاتے تھے (یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کے ساتھ کوئی نائب امام نہیں تھا) نیز جب بیرون ملک کے سفر پر جانا ہوتا اس وقت مسجد کی انتظامیہ نے آپ کو رخصت دی ہوتی پھر بھی نماز کے لئے اپنی جگہ کسی امام کا خود ہی بندوبست کر کے جاتے تھے۔

اہتمام

چند سال اپنے آباؤ اجداد کے علمی گلشن ''مدرسہ صوفی باغ، سورت،، کے اہتمام کے فرائض بھی انجام دیئے۔

مجلس شوری کی ممبری

گجرات کی قدیم ومشہور دینی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل کی مجلس شوری کے رکن بھی رہے۔

منصب امامت

تمنا ہے کہ دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
خدا توفیق دے تو خدمت اسلام کر جاؤں
فردوسی مرحوم نے کیا ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو کروں میں اسلام کو زندہ

دین کے مختلف شعبے ہیں، اللہ تعالی جس سے جس فیلڈ میں چاہتا ہے کام لیتا ہے، ان میں ایک عظیم شعبہ ''شعبۂ امامت،، ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز

باجماعت کی ہمیشہ امامت فرمائی بغیر کسی خاص عذر کے اس عمل کو کبھی ترک نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہی عمل خلفائے راشدین کا بھی رہا ،الغرض! منصب امامت ایک عظیم منصب ہے، یہ الگ بات ہے کہ آج کے مسلمانوں کی نگاہ میں اب اس منصب عظیم اور اس منصب پر فائز شخصیت کا وہ مقام ومرتبہ نہیں رہا جو ہونا چاہئے تھا جس کے وہ حقدار ہیں، میری نگاہ میں وہ ائمہ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم سنت کو محض اللہ تعالی کی رضا جوئی کی خاطر بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، میں ایسے سبھی حضرات کو دل کی گہرائیوں سے سلام پیش کرتا ہوں، دنیا والے اس مقام ومنصب کو اہمیت نہ دے تو کوئی بات نہیں، اللہ رب العزت ائمہ حضرات کو آخرت میں اس عمل کی بدولت وہ عزت ومقام دے گا کہ لوگوں کی آنکھیں خیرہ رہ جائیں گی۔

بہرحال! امامت ایک عظیم منصب اور اہم ذمہ داری ہے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’مسجد نبوی،، میں اخیر تک نماز باجماعت کی امامت کرائی، استاذ مرحوم بھی اس خدمت کو استقامت کے ساتھ سنبھالے ہوئے تھے ،حضرتؒ نے ۲ شوال ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۸۲ء بروز سنیچر لاچپور کی قدیم جامع مسجد میں نماز ظہر سے امامت کی خدمت کا آغاز کیا تھا، ماہانہ تنخواہ تھی دوسو روپیہ، جامع مسجد قدیم میں آپ نے پندرہ سال امامت کے فرائض انجام دیئے، پرانی جامع مسجد ۱۹۹۸ء میں شہید کردی گئی تھی، اس اعتبار سے قدیم جامع مسجد میں سولہ سال اور جامع مسجد میں جدید میں تقریباً چوبیس سال

امامت کے فرائض انجام دیئے، مجموعی طور پر انتالیس یا چالیس سال بنتے ہیں۔

۲۰۱۴ء سے استاذ مکرم کے ساتھ نائب امام کے طور پر قاری صابر کا پڈیا کا تقرر عمل میں آیا تھا، اس طرح مجموعی طور پر ۳۱ سال تک تن تنہا امامت کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے۔

استقامت

جن پرندوں کے پر نہیں ہوتے
ان کے پیڑوں پہ گھر نہیں ہوتے
لوگ ان کو پہاڑ کہتے ہے
جو ادھر سے ادھر نہیں ہوتے

منصب امامت پر ایک ہی جگہ رہتے ہوئے اس طرح استقامت کا ثبوت دینا یقیناً کسی کرامت سے کم نہیں ہے، منصب امامت کانٹوں بھرا تاج ہے اس راہ کے نشیب وفراز اور اس راہ کی نزاکتوں سے بندہ بخوبی واقف ہے، چونکہ احقر بھی اسی راہ کا راہی ہے۔

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا
راہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

یاد بہت آؤ گے

زندگی نے جب تک وفا کی امامت کے منصب سے وابستہ رہے، جامع مسجد کے مصلی پر تو اب آپ کبھی نظر نہیں آئیں گے، البتہ جب بھی جامع مسجد کے مصلی پر نگاہ پڑے گی آپ کی کمی کھلتی رہے گی، آپ دنیا سے تو چلے گئے ہیں مگر ہمارے دلوں سے کبھی نہیں جائیں گے۔

دنیا سے تو چلے گئے ہو دل سے کہاں جاؤ گے
تا عمر آپ ہمیں یاد بہت آؤ گے
سوچتا ہوں کیا اب کوئی ایسا آئے گا
جو آپ کی سی استقامت دکھائے گا
آپ کی استقامت کرامت سے کم نہ تھی
اسی لئے جدائی پر کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ تھی
دعا ہم سب کی اب یہی صبح و شام ہو
مقام آپ کا سلام دار السلام ہو

(سلام لاجپوری)

ملفوظات

مولانا ابراہیم پٹیل

مولانا ابراہیم پٹیل صاحب جامعہ حسینیہ، راندیر کے فاضل تھے، جب تک صحت نے ساتھ دیا وہ جامعہ کے لئے رمضان المبارک میں چندہ کرتے رہے، یہ ان کی مادر علمی سے محبت کی علامت تھی، نیز فرمایا کہ مرحوم خاموش طبیعت کے مالک تھے، میرے ساتھ ان کا بہت اچھا تعلق تھا۔

تدریسی خدمت

مرحوم نے ایک طویل عرصہ لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں تدریسی خدمت انجام دی، میں جس وقت مدرسہ اسلامیہ کا صدر تھا اس وقت ان کو کسی بچی کی شکایت کرنی ہوتی (مرحوم بنات کو پڑھاتے تھے) تو عام مدرس جس طرح شکایت کرتے تھے ان کا انداز اس سے بالکل الگ ہوتا تھا، مرحوم ہمیشہ مدرسہ میں وقت سے پہلے حاضر ہو جاتے تھے، چھٹی کے وقت بھی چھٹی ہوتے ہی گھر نہیں چلے جاتے تھے، کچھ دیر بعد جاتے تھے، چلتے وقت نگاہ نیچی رکھتے تھے، قدم برز میں، نظر برقدم والا معاملہ تھا۔

نکاح

میں ان کے نکاح میں بھی موجود تھا، ان کی، احمد میاں کولا اور یوسف بھائی کولا تینوں کا نکاح ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر ہوا تھا، تمام کی بیویاں آپس میں ہمشیرہ تھیں۔

حافظ شبیر بلبلیا

حافظ شبیر بلبلیا کو قرآن کریم خوب یاد تھا، میرے درجہ حفظ کے ساتھی تھے، ہم پچیس طلباء نے درجہ حفظ میں ایک ساتھ داخلہ لیا تھا، ۱۹۵۸ء میں قاری محمد احمد چوکسی جو مانگرول کے تھے ان کا بطور امام و مدرس تقرر عمل میں آیا تھا، جامع مسجد میں امامت کراتے تھے اور صبح چھوٹی مسجد کے ساتھ جو مدرسہ ہے وہاں بچوں کو حفظ کی تعلیم دیتے تھے، لڑکیاں بھی ان کے پاس قراءت پڑھنے آتی تھیں، اور نماز ظہر کے بعد جامع مسجد میں پڑھاتے تھے، دوپہر کو ہم قرآن کریم کا دور سناتے تھے، میں نماز فجر کے بعد حضرت کو ان کے گھر پر جا کر سبق سناتا تھا، غالباً ۱۹۶۴ء تک آپ نے لاجپور میں تدریسی خدمت انجام دی، بعدہ انڈیا سے ہجرت کر کے ری نیون تشریف لے گئے تھے، اس وقت مدرسہ مجلس خدام الدین کے ماتحت چلتا تھا، پچیس ساتھیوں میں سے دس طلباء کی قسمت میں ہی حافظ ہونا لکھا تھا ''تلک عشرة كاملة،،

الغرض! حافظ شبیر کو قرآن کریم خوب یاد تھا، جو دس طلباء حافظ بنے تھے ان میں سب سے پختہ قرآن کریم مرحوم کو یاد تھا، دس طلباء میں سب سے اول حافظ ہوئے تھے قاری عبدالصمد پٹیل، میں نے ڈھائی سال میں تکمیل کی تھی، سب سے اخیر میں ساڑھے پانچ سال میں حافظ ہوئے تھے حافظ مبین الحق صوفی اور سب سے بڑی عمر میں حافظ ہوئے تھے حافظ محمد بھانا بھائی جو فی الحال کینیڈا میں مقیم ہے، حافظ بننے والے طلباء میں سب سے اچھی آواز حافظ سلیمان بلبلیا کی تھی جو برطانیہ کے لیسٹر شہر میں مقیم ہے۔

بعض مرتبہ ہم سب آپس میں طے کر لیتے کہ آج کسی کو دور نہیں سنانا ہے، سب اس پر ایکا کر لیتے تو اس دن قاری صاحب سب کو چھٹی دے دیتے تھے، ہاں! اگر ایک بھی طالب علم نے دور سنا دیا تو پھر سب کی شامت آجاتی تھی، ہوتا یہ تھا کہ حافظ شبیر ہماری ہاں میں ہاں تو ملاتے مگر ڈر کے مارے دور یاد بھی کر لیتے، قاری صاحب کی عادت تھی کہ درس گاہ میں بیٹھتے ہی ٹپائی پر لکڑی مارتے اور آواز لگاتے کہ چلو دور سناؤ، حافظ شبیر ڈر کے مارے دوڑ سنانے اٹھ کھڑے ہوتے اس طرح ہمارا بنا بنایا پلان چوپٹ ہوجاتا، ہم میں سے کسی نے تو دور یاد کیا نہیں ہوتا تھا سوائے حافظ شبیر کے اس طرح ہم سب پھنس جاتے تھے، ہمیں سزا کے طور پر ظہر بعد سے لے کر عشا تک چھٹی نہیں ملتی تھی، کسی بچے کے والدین کی مجال نہیں تھی کہ آ کر استاذ جی سے سوال کرے کہ ہمارا لڑکا ظہر سے پڑھنے آیا تھا ابھی تک گھر کیوں نہیں آیا، حافظ شبیر صاحب نے ایسا کئی مرتبہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ہم سب پھنس گئے۔

حافظ صاحبؒ نے پوری زندگی حافظ ہونے کے بعد سے جب تک ان کی صحت نے ساتھ دیا تراویح میں قرآن کریم سنایا، ویسے بھی چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بلکہ موٹر سائیکل پر بھی قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔

تھے مزاجاً بردبار و حلیم
اور مالک قلب و سلیم
ہمیں چھوڑ کر چل دیئے
استاذ محترم مفتی کلیم

استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوھاروی رحمہ اللہ، سابق استاذ حدیث و فقہ دار العلوم اشرفیہ راندیر

مندرجہ ذیل اشعار بندے نے حضرتؒ کی حیات میں تحریر فرمائے تھے۔

ہے طلباء میں بڑے محبوب

انداز بیاں بھی ہے خوب

ہے خدا سے دعا یہی

کرے خدمات آپ کی مقبول

راندیر اشرفیہ سے ہے فاضل

ہے بڑے ذکی، ذہین و عاقل

ہے بڑا محبوب آپ کو راندیر

رہے قائم سایہ آپ کا تادیر

ہے لہجہ میں مٹھاس اور نرمی

مزاج میں نہیں ہے ہٹ دھرمی

ہے واعظ شیریں بیاں

سنتے ہیں لوگ شوق سے بیاں

ہے اسم گرامی مفتی محمد کلیم

خدا نے ہے بخشا قلب سلیم

شیخ احمد کے ہے منظور نظر

رہتی ہے ان کی آپ پہ خاص نظر

ہے دعا سلام کی فیض آپ کا عام ہو
مستفیض آپ کے علوم سے خاص و عام ہو

(سلام لاجپوری)

آخری ملاقات

بندے کا شعبان ۱۴۴۴ھ میں دس دن کے لئے انڈیا کا سفر ہوا، استاذ محترم کی علالت کا علم تھا وقت ملتے ہی ملاقات کا پروگرام بنایا اور رفیق مکرم مولانا عبداللہ لاجپوری کے ہمراہ حضرت کے دولت کدہ پر حاضری دی، صاحبزادے نے بتایا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکے گی والد صاحب آرام فرما رہے ہیں، اس وقت دو پہر کے دو بج رہے تھے، کہا گیا کہ ملاقات کرنی ہو تو شام چار بجے آسکتے ہو، رفیق مکرم نے کہا کہ تو آیا ہے تو ملاقات کر کے ہی جاتا کہ بعد میں ملاقات نہ ہونے کا افسوس نہ رہے، چنانچہ ٹھیک چار بجے ہم نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی، ملاقات ہوئی علالت کے آثار چہرے سے عیاں تھے، ہاتھ کے سہارے سے بتکلف چارپائی پر تشریف فرما تھے، عادت کے مطابق بڑی خوش دلی سے ملے، بچے سے کہا کہ ان کو مشروب پلاؤ، ہم نے منع کیا تو فرمایا کہ چلے گا اور ہمیں گرم مشروب پلایا، کچھ دیر بات چیت رہی، بات چیت میں کوئی شکوہ شکایت کا جملہ زبان پر نہیں آیا، رضا بر قضا کا پیکر نظر آئے، طبیعت کا حال پوچھنے پر فرمایا کہ علاج جاری ہے خصوصی دعا فرمائے کہ اللہ تعالی صحت عطا کرے، بندے نے حضرت کی تقاریر کا مجموعہ جو خطبات کلیم کے نام سے شائع ہے کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ مزید

دو جلد چھپ کر آ گئی ہے اور خود اپنے ہاتھ سے خطبات کلیم کی دو جلدیں میری نذر کی ،رمضان المبارک کی آمد پر بندہ برطانیہ آ گیا، ۸ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ بروز جمعہ خبر موصول ہوئی کہ حضرت الاستاذ کا انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون ، باری تعالی حضرت کی تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، بھر پور مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین

احقر خود کو اس اعتبار سے خوش قسمت تصور کرتا ہے کہ اس عالم فانی میں حضرت الاستاذ سے آخری ملاقات کا شرف بندے کو حاصل رہا۔

ائمہ ثلاثہ کی رمضان المبارک میں رحلت

اخیری چند سالوں میں سرزمین راندیر کے تین بڑے مفتیان کرام جو مسجد میں امامت کے منصب عظیم پر بھی فائز تھے کا انتقال رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں ہوا جو کہ از روئے حدیث رحمت کا عشرہ ہے (۱) سید السادات، فقیہ العصر حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری کا انتقال ۲ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ میں ہوا (۲) حضرت مفتی عارف حسن عثمانی آگرویؒ کا انتقال ۶ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ میں ہوا (۳) حضرتؒ کا انتقال ۸ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ بروز جمعہ ہوا، حضرت کو ماہ مبارک تو نصیب ہوا ہی ساتھ ہی یوم جمعہ بھی نصیب ہوا

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

رمضان المبارک اور جمعہ کی موت ہر مسلمان پر عیاں ہے کہ بابرکت موت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے وقت پر ایسی بابرکت موت نصیب فرمائے، آمین

شرف تلمذ

دارالعلوم اشرفیہ، راندیر کی قدیم ومشہور دینی دانش گاہ ہے، بندے نے چار سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی ہے، ان چار سالوں میں جن اساتذۂ کرام سے علمی فیض اور شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں ایک نام ''استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہارویؒ کا ہے،،

فراغت، افتاء، اور تدریس

دارالعلوم اشرفیہ سے فارغ التحصیل تھے، افتاء کی مشق جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے کی تھی، ایک طویل عرصہ سے مادر علمی میں تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے، طلباء میں آپ کی شخصیت اور درس خوب مقبول تھا۔

اشرف الفتاوی

دارالعلوم اشرفیہ میں جو استفتاء آتے تھے اس کے جو جوابات حضرتؒ نے تحریر کئے تھے اس کا مجموعہ بنام ''اشرف الفتاوی،، منظر عام پر آچکا ہے۔

ملکہ تقریر

عمدہ خطابت خدائی ہدیہ ہے
تقریر بھی تبلیغ کا اک ذریعہ ہے

اللہ تعالی نے آپ کو تقریر، تحریر اور تدریس تینوں میدان کا شہسوار بنایا تھا، اس میں بھی تقریر کا ملکہ خوب تھا، تقریر کا انداز اعتدال پر مبنی تھا، تقریر میں چیخنا، چلانا دوران بیان ہاتھوں کو بازو یا سینے پر مارنا ایسا کچھ نہیں تھا، بیان بڑی متانت اور سنجیدگی سے کرتے تھے، آہستہ آہستہ بولتے جاتے اور سامعین کے قلوب میں علمی موتی رولتے جاتے، دوران تقریر برموقع اشعار بھی سناتے تھے، اشعار میں ایک خاص خوبی ہوتی ہے بندے کا شعر ہے ؎

اشعار میں ہوتی اک یہ بھی خوبی ہے
آجاتی بات اس سے سمجھ بخوبی ہے

اشعار عربی، فارسی اردو تینوں زبانوں میں پڑھتے تھے، ان میں زیادہ تر مولانا رومؒ اور خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا کلام سناتے تھے، جب ان کا کلام پڑھتے تھے تو وہ سننے سے تعلق رکھتا تھا، اشعار ترنم سے پڑھتے تھے، یہی حال دوران تقریر آیت کریمہ کی تلاوت کا بھی تھا، ترنم کے ساتھ جب تلاوت قرآن اور اشعار پڑھتے تو ایک عجب سماں بندھ جاتا تھا، سامعین کی چاہت یہ ہوتی کہ آپ دیر تک پڑھتے جائے، حضرت کا یہ انداز سامعین کو پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیتا تھا، آپ کے تقریری پروگرام ملک بھر میں ہونے لگے تھے، تقریر کی غرض سے آپ کو مدارس و مکاتب کے جلسے میں بھی مدعو کیا جاتا تھا اور ڈابھیل کی خانقاہ اور سورت کے ہفتہ واری پروگرام میں بھی آپ کی تقاریر ہوتی تھی، نیز رمضان المبارک میں اعتکاف میں بھی آپ کے بیانات ہوتے تھے، عوامی

پروگرام ملک بھر میں اس کے سوا الگ سے ہوتے تھے۔

میری جگہ کو یہ آدمی سنبھال لے گا

یہ بھی آپ کے لئے بڑے شرف کی بات تھی کہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی ڈابھیل جو خانقاہ لگتی ہے وہاں اورسورت میں جو ہفتہ واری مجلس ہوتی ہے اس میں بھی آپ کے پروگرام حضرت دامت برکاتہم کے حکم پر ہوتے تھے، آپ کے تعلق سے حضرت دامت برکاتہم کی سوچ یہ تھی کہ میرے بعداب یہ دونوں سلسلے حضرت استاذ مرحوم آگے لے کر چلیں گے، ایک مجلس میں آپ نے فرمایا بھی تھا کہ مجھے لگتا تھا کہ میرے بعد میری جگہ کو یہ سنبھال لے گا لیکن شاید یہ تو مجھ سے پہلے چلا جائے گا۔

آمد لاجپور

بندے نے درجہ عالمیت کا کورس مکمل ہونے پر گاؤں میں ایک تقریر کا پروگرام ترتیب دیا تھا، اس میں بطور مہمان خصوصی آپ کو ہی مدعو کیا تھا۔

آمد جامعۃ القراءت کفلیتہ

ہوئی تھی جامعہ میں حضرت کی آمد
بیاں کی تھی باتیں بڑی کار آمد
وہ باتیں آج بھی ذہن نشین ہے
دیتی وہ آج بھی دل کو تسکین ہے

ناز تھا سلام ہمیں ان کی قربت پر
رحمت الٰہی برستی رہے ان کی تربت پر

(سلام لاجپوری)

تکمیل کے بعد بندہ نے جامعۃ القراءت، کفلیتہ میں تدریسی خدمت کا آغاز کیا، جامعہ ہذا میں دارالعلوم اشرفیہ سے فاضل مولانا ہارون rethvania بھی تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے، ہر دو ہفتہ بعد میں اور مولانا ہارون حضرتؒ اور دیگر اساتذہ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے، حضرتؒ کو لاجپور کی بیکری کے ٹوسٹ بسکٹ بہت پسند تھے ہم اکثر حضرت کو ہدیۃ وہ بسکٹ پیش کرتے تھے، الغرض! دورۂ حدیث کے سال سے حضرتؒ سے زیارت و ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری کا شرف برابر ملتا رہا، جامعۃ القراءت کے اردو انجمن کے سالانہ جلسہ کے مہمان خصوصی کے لئے میں نے اور مولانا ہارون نے مدرسہ کے مہتمم جناب قاری اسماعیل صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم کی خدمت میں یہ بات رکھی کہ امسال جلسہ میں مہمان خصوصی کے طور پر استاذ مرحوم کو مدعو کیا جائے، حضرت قاری صاحب نے حامی بھری اس طرح حضرتؒ کی جامعۃ القراءت آمد ہوئی تھی، موقع کی مناسبت سے بہترین خطاب پیش کیا تھا۔

دعوت برطانیہ

رفیق مکرم مولانا محمد صالح راندیری جو برطانیہ کے علاقہ گلوسٹر کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں کی خواہش تھی کہ حضرتؒ کی برطانیہ

تشریف آوری ہوتا کہ اہل برطانیہ آپ کے بیانات سے مستفیض ہو، رفیق مکرم نے اسپانسر لیٹر بھی بھیجے مگر مقدر میں نہیں تھالہذا برطانیہ کی حاضری نہ ہوسکی۔

بیان جمعہ

چندسالوں سے آپ کی رہائش سلطانیہ جیم خانہ کے قریب Aamlipur میں تھی، استاذ مرحوم وہاں کی لوکل مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، مسجد ہذا میں حضرتؒ کا بیان نماز جمعہ سے پہلے ہوتا تھا نیز ہر بدھ کو درس قرآن بھی ہوتا تھا اور رمضان المبارک میں بھی وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

سعادت

چندسال پہلے بندے کا برطانیہ سے وطن کا سفر ہوا، مدرسہ صوفی باغ میں اردو انجمن کا جلسہ تھا،صوفی باغ کے ناظم تعلیمات مولانا شعیب لوہاروی نے جلسہ میں بطور مہمان خصوصی حضرتؒ کو مدعو کیا تھا، مجھے بھی شرکت کی دعوت ملی، جلسہ میں مجھ سے بھی تقریر کی درخواست کی گئی میں جھجک رہا تھا مگر بڑے لوگ دل کے بھی بڑے ہوتے ہیں میں نے بہت ٹالنا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ بلا جھجک دل کھول کر بیان کرو، آہ! اب ایسی شفقت کہاں پائیں گے۔

درس قرآن

بندہ جس سال دورۂ حدیث میں تھا اس سال راندیر کی دہلا مسجد میں آپ کا درس قرآن شروع ہوا، ہر منگل کو عشاء کی نماز کے بعد درس قرآن ہوتا تھا، بندہ ہر منگل درس

میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا تھا، درس کے بعد استاذ مرحوم سے کچھ دیر گفتگو کا موقعہ بھی مل جاتا تھا۔

نظامت

مادر علمی میں پچھلے کافی عرصہ سے نظامت (اناؤنسری) کے فرائض آپ ہی انجام دیتے تھے، ایک موقع پر جب میری حضرت الاستاذ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ دار العلوم میں پرانی روایت ہے کہ جو اناؤنسری کے فرائض انجام دیتا ہے بعد میں وہ شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہوتا ہے۔

خطبات کلیم

حضرت کے بیانات کا ایک مجموعہ بنام ''خطبات کلیم،، شائع ہو چکا ہے، علماء وطلباء اس سے خوب استفادہ کر رہے ہیں۔

راہنمائی

کہا میں نے مری راہ نمائی کر دیجئے

منگوانی ہے کتابیں کچھ نام دے دیجئے

فرمایا پکڑ قلم کاغذ اور لکھ

یہ باتیں بھی تو آج مجھ سے سیکھ

چند نام کتابوں کے لکھوا دیئے

ساتھ مطالعہ کے کچھ آداب بھی بتلا دیئے

وہ کتابیں آج بھی مرے پاس ہے

قدر اس کی نگاہوں میں کچھ خاص ہے

(سلام الاجپوری)

ایک روز حضرتؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا اور عرض کیا دیوبند سے کچھ دینی کتب منگوانی ہیں راہنمائی فرمادے ،فورا چند کتب کے نام لکھوادیئے جو اس طرح پر تھے ،معارف القرآن،تفسیر مظہری،مظاہر حق ،ریاض الصالحین مع اردو شرح ،معارف الحدیث،خطبات حکیم الامت،خطبات حکیم الاسلام،خطبات حقانی،خطبات احتشام الحق خطبات قاسمی،احکام اسلام عقل کی نظر میں،شریعت و تصوف،اصلاح انقلاب امت،اعمال قرآنی،حیات المسلمین،اشرف السوانح،الافاضات الیومیہ،روحانی بیماریاں اوران کا علاج،مکمل و مدلل مسائل مولانا رفعت قاسمی،آپ کے مسائل اوران کا حل،سوانح قاسمی وغیرہ۔

تعویذ

عملیات کے بھی ماہر تھے،آملی پورہ میں جو نیا مکان تعمیر کرایا تھا اس میں داخل ہونے کے ساتھ ہی جو پہلا کمرہ تھا وہاں بیٹھ کر آپ تعویذ لینے آنے والوں کو تعویذ دیا کرتے تھے، جو نقوش لکھ کر دیتے ان سے اللہ تعالی بہت سے مریضوں کو شفایاب بھی کرتا تھا،اس عمل پر کوئی فیس وصول نہیں کرتے تھے،شاید مقصد یہی رہا ہو کہ لوگ غلط جگہوں پر جاکر اپنا ایمان نہ بیچ آئے اس لئے آپ یہ کام کرتے تھے،اس عمل کے لئے

آپ مستقل وقت نکالتے تھے۔

ایک واقعہ

میرے ایک رفیق نے سنایا کہ ایک مرتبہ استاذ مرحوم نے سنایا تھا کہ میں مدرسہ آرہا تھا کہ راستہ میں ایک شخص مل گیا اور اصرار کر کے اپنے ساتھ گھر لے گیا، گھر میں اس کی والدہ تھی، میں مکان میں داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر اس کی والدہ رونے لگی، ان پر جن کا اثر تھا، جن حاضر ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ مائی کو کیوں ستاتے ہو، اس پر وہ کہنے لگا کہ میں ان کو منع کرتا ہوں کہ میت والے گھر مت جاؤ مگر یہ مانتی نہیں، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ تعزیت کرنا تو اسلام میں سنت ہے اور پھر حدیث کا مفہوم سنایا کہ کسی کو بلا وجہ ستانا، پریشان کرنا، تکلیف دینا اسلام میں حرام ہے، اس بات کا اس پر اثر ہوا اور جن چلا گیا پھر کبھی اس مائی کو پریشان نہیں کیا۔

اعتدال

سب سے اچھی جو راہ ہے
اعتدال کی راہ ہے
بچاتی ہے جو افراط وتفریط سے
وہ اعتدال کی راہ ہے
کرتی ہے جو رب سے قریب
وہ اعتدال کی راہ ہے

بناتی ہے جو لوگوں کا محبوب

وہ اعتدال کی راہ ہے

ہوجائیں گے معلوم اس کے فوائد

تو اختیار کر جو اعتدال کی راہ ہے

(سلام لاجپوری)

شریعت مطہرہ میں افراط وتفریط ناپسندیدہ چیز ہے، اسی لئے ہر چیز میں میانہ روی کا حکم ہے، حکماء کا قول ہے ’’**خیر الامور اوسطھا**‘‘، شعبۂ تدریس میں بھی اس کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت رہتی ہے، حد سے زیادہ سختی طلباء کو یا تو علم دین کی طلب اور رغبت سے دور کردیتی ہے یا پھر کم از کم استاذ سے تو اس کو بدظن ضرور کردیتی ہے، وہیں افراط یعنی حد سے زیادہ نرمی طبیعت میں عدم سلیقے کا عنصر اور طلبہ سے فضول گپ شپ بھی درس گاہ کے عمومی اور پڑھانے کے خصوصی ماحول کو متاثر و بدنما کرتی ہے، ایسی فضا اور ماحول جس میں توسط و اعتدال کا رنگ نمایاں ہو اس کا پھر اپنا ایک اثر ہوتا ہے، استاذ مرحوم تدریس میں اعتدال ومیانہ روی کا دامن تھامے ہوئے تھے، نہ آپ کے یہاں بے جا سختی اور تشدد تھا اور نہ ہی حد سے زیادہ نرمی تھی، جہاں سختی کی ضرورت ہوتی بلکہ اگر میں حضرت تھانویؒ کی اصطلاح استعمال کروں تو شدت اور چیز ہے حدت اور چیز ہے، حضرتؒ کی طبیعت میں بھی حدت تھی شدت نہیں تھی جہاں طلباء کو روک ٹوک کی ضرورت محسوس کرتے اس میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں برتتے تھے، اور نہ ہی حد سے زیادہ نرمی تھی کہ طلباء

اس کا مس یوز اور غلط فائدہ اٹھائے، تدریس کے یہی اسلوب و انداز نے آپ کو طلباء کی صف میں مقبول بھی بنایا تھا اور محبوب بھی، نیز آپ کا درس بھی خوب مقبول تھا۔

تنبیہات

روک ٹوک بھی ضروری ہے

بنا اس کے اصلاح ادھوری ہے

استاذ جانتا اصلاح کا طریقہ ہے

طالب کی اصلاح اس کا فریضہ ہے

(سلام لاجپوری)

ضرورت محسوس کرنے پر طلباء کو جو تنبیہ فرماتے تھے اس کی چار example پیش کرتا ہوں، بعض طلباء بلکہ یوں تحریر کروں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ طالب علمی کے زمانے میں اکثر طلباء سر پر بڑے بال رکھنے کے شوقین ہوتے ہیں، بعض مدارس میں ہر چند ہفتے بعد سر کے بالوں کو کٹوانا ضروری ہوتا ہے، اور بعض مدارس میں ایک حد تک بڑے بال رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، میری طالب علمی کے دور میں طلباء بڑے بال رکھ سکتے تھے اہتمام کی طرف سے اجازت تھی مگر بعض طلبہ زیادہ بڑے بال رکھ لیتے اور پھر ان کی توجہ کا محور و مرکز ان کے بال ہی رہ جاتا کہ اسی کو بنانے اور سنوارنے میں ہمہ وقت مشغول نظر آتے، حضرتؒ کو یہ بات ناپسند تھی آپ ان سے کہتے کہ اتنے دن کی مہلت دیتا ہوں اس میں بال کو کٹوا لینا ورنہ میری درس گاہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی، نیز کوئی طالب علم

خلاف شرع بال کٹوا کر آتا تو اس کو تنبیہ کرتے کہ بال درست کروالینا ورنہ درس گاہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی، اگر کسی طالب علم کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہوتا تو اس کو تنبیہ فرماتے، نیز دورۂ حدیث کے کسی طالب کی توجہ کو سبق سے بٹا ہوا محسوس فرماتے تو اس سے مخاطب ہوتے کہ آئندہ درس میں مکمل توجہ نہیں رہی تو یاد رکھنا میں تمہاری سند میں دستخط نہیں کروں گا، یہ سب طلباء کی خیر خواہی کے جذبہ سے ہوتا تھا، اس لئے طلباء بھی ان باتوں کا برا نہیں مناتے تھے۔

فراغت کے بعد یہ چیزیں تمہیں کام دے گی

حضرت سے سکھایا ایک اہم عمل جس نے بندے کو بہت کام دیا حالانکہ جس وقت اس کا پابند کیا گیا تھا اس وقت ہم نے اس عمل کو بے جا پابندی اور قبل از وقت عمل تصور کیا تھا، وہ تھا جمعہ وعیدین کے خطبات کا زبانی یاد کرانا اور نماز جنازہ کی عملی مشق، حضرت الاستاذؒ فرماتے تھے کہ فراغت کے بعد یہ چیزیں تمہیں بہت کام دے گی،، بندے کو فراغت کے بعد ان چیزوں سے واقعۃً واسطہ پڑا اور اس چیز نے بروقت کام دیا۔

ذہن سازی

باتیں مجھ سے بہت ساری کی

عمدہ پیرایہ میں ذہن سازی کی

واقعی یہ حضرات نگینے تھے

محبت سے سرشار ان کے سینے تھے

چھوٹے چھوٹے جملوں سے

سکھاتے وہ جینے کے سلیقے تھے

سر پہ بڑوں کا سایہ نعمت ہوتا ہے

سلام یہ بھی خدا کی رحمت ہوتا ہے

(سلام لاجپوری)

بندہ عربی پنجم میں تھا کہ والد مرحوم کا انتقال ہوگیا بوجوہ ارادہ کرلیا کہ بقیہ تعلیم مکمل نہیں کرنی، ویسے والد مرحوم کی طبیعت کا حال دیکھتے ہوئے بندے نے عربی پنجم کے سال ہی میں درجہ مشکوۃ کی تمام کتب کے اہم اہم ابواب خارجی اوقات میں پڑھ لئے تھے، پہلے ہی سے یہ ذہن میں تھا کہ آگے پڑھنا ہوا بھی تو درجہ مشکوۃ کا امتحان دے کر دورۂ حدیث میں داخلہ لے لوں گا، رمضان المبارک کے بعد نیا تعلیمی سال شروع ہونے والا تھا ادھر میرا پختہ ارادہ ہو چکا تھا کہ آگے کی تعلیم حاصل نہیں کرنی اور جہاں بھی خدمت کا موقع ملے یا کوئی نوکری ملے شروع کردینا ہے، حضرتؒ کو اس بات کا علم ہوگیا تھا، رمضان المبارک کے بعد حضرت کا chapaldhara میں بیان تھا، میرا گاؤں راستہ میں پڑتا تھا، یہ آپ کی محبت وشفقت تھی کہ لاجپور تشریف لائے اور مجھے سمجھایا کہ تونے ویسے بھی درجہ مشکوۃ کی کتابوں کے اہم ابواب خارج میں پڑھ لئے ہیں درجہ مشکوۃ کا امتحان دے کر عالمیت کا کورس مکمل کرلے، چنانچہ حضرتؒ کی ذہن سازی کا اثر تھا کہ بندہ اپنا تعلیمی سفر مکمل کرسکا۔

شاگردوں کی کرتے

بروقت راہ نمائی تھے

باتوں باتوں میں سلام وہ ہم کو

سمجھاتے زندگی کی سچائی تھے

جذبہ امداد

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیں

(خواجہ میر درد)

میرا ایک دوست دارالعلوم کنتھاریہ میں افتاء کی مشق کررہا تھا، دارالافتاء میں ایک صاحب تھے جو نقل فتاوی کے کام پر مامور تھے، مالی حالت ان کی کمزور تھی، وہ بیمار ہو گئے انہوں نے رفیق مکرم سے بیماری کا ذکر کیا، انہوں نے استاذ مرحوم سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، حضرت نے لوکھات ہسپتال کے ایک ذمہ دار کو فون کر کے ان کو ہسپتال میں داخل کروادیا، نہ صرف داخل کروایا بلکہ سورت سے ان کو لینے کے لئے سواری بھی بھیجی ۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے

سر تسلیم خم کرنا

فی الحال حضرتؒ کی جو رہائش گاہ ہے یہ جگہ حضرتؒ کو بوجوہ پسند نہیں تھی، حضرت

الاستاذؒ کے والد صاحب کو یہ جگہ پسند آ گئی انہوں نے سعادتمند بیٹے سے فرمایا کہ میرے خیال سے یہ جگہ تمہارے لئے ٹھیک رہے گی چنانچہ حضرتؒ نے فوراً والد صاحب کی پسند پر رضامندی کی مہر ثبت کردی اور جگہ خرید لی۔

بڑاپن

میرا ایک ساتھی جو برطانیہ میں مقیم ہے کی والدہ کا انڈیا میں انتقال ہوگیا، حضرتؒ نے اس کے مکان پر جا کر تعزیت کی اور جب وہ حضرتؒ سے ملنے حضرت کے گھر گیا تو آپ نے پوچھا کہ کھانے کا کیا نظم ہے؟ عرض کیا کہ ہوٹل سے منگوا کر کھالیتا ہوں، تو فرمایا کہ جب تک ہندوستان کا قیام ہے میرے مکان پر آ کر دونوں وقت کا کھانا میرے ساتھ کھالیا کرو، رفیق مکرم نے عذر پیش کیا کہ رشتہ داروں کو برا لگے گا، اس پر فرمایا کہ میں آپ کے مکان پر کھانا بھیج دیا کروں گا، اس پر بھی انہوں نے معذرت پیش کی، بہر حال بتانا یہ تھا کہ شاگردوں کے ساتھ اس حد تک لگاؤ اور اپنائیت ہوتی تھی۔

نوٹ۔ آگے آپ جتنی باتیں پڑھیں گے ان میں بیشتر وہ باتیں ہیں جو حضرت الاستاذؒ نے دوران درس بیان کی تھی جسے رفیق مکرم مولانا عبدالستار عثمانی گودھروی نے کاپی میں نوٹ کرلیا تھا ان کی اجازت اور شکریہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

تجھے تو بس پڑھنا ہے

فرمایا کہ دورۂ حدیث میں اپنی جماعت میں سب سے کم عمر تھا، اس وقت صدر کا انتخاب طلباء ہی کرتے تھے، طلباء نے اتفاق رائے سے مجھے صدر منتخب کیا، بڑے طلباء بھی

میرے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتے تھے، میرے کپڑے بھی یہ کہکر دھودیتے تھے کہ تجھے تو بس پڑھنا ہے، پورا سال مجھے کپڑے دھونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔

ایک عجیب احساس

دورۂ حدیث کا سال مکمل ہونے پر میرے علاوہ سب طلباء نے نئے کپڑے سلوائے تھے، میں نے یہ سوچ کر نئے کپڑے نہیں سلوائے تھے کہ مجھے جس محنت سے پڑھنا چاہئے تھا اس طرح میں نے نہیں پڑھا ہے (ویسے حضرتؒ نے بڑی محنت سے پڑھا تھا، درجات عالمیہ میں فارسی اول سے لے کر دورۂ حدیث تک اپنی جماعت میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے تھے) یہی وجہ تھی کہ دورۂ حدیث کے سال میں اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحبؒ نے حضرت سے کہہ دیا تھا کہ فاضل ہونے کے بعد تمہیں مادر علمی ہی میں تدریسی خدمت انجام دینا ہے۔

نصیحت

دورۂ حدیث کا سال مکمل ہونے پر میرے سب ساتھی خوشیاں مناتے تھے اور میں روتا تھا، اساتذہ نے تسلی دی کہ تو نے تو محنت سے پڑھا ہے تو بھی خوشی منا، چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سے عربی جبہ لے کر زیب تن کیا اور پگڑی بھی پہنی۔

تین جوڑی کپڑے

جب میں افتاء کے لئے جامعہ ڈابھیل گیا تو اس وقت میرے پاس صرف تین جوڑی کپڑے تھے، بعدہ اللہ تعالی نے بہت فراوانی دی اور وہ بھی اس طرح کہ مجھے خود

کپڑے خریدنے نہیں پڑے۔

آپ ہمارے پاس ہی رہے

دورۂ حدیث کی تکمیل پر حضرت شیخ اجمیریؒ کی خدمت میں یہ بات رکھی کہ مزید تعلیم کے حصول کے لئے دیوبند جانا چاہتا ہوں، شیخ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس ہی رہے، ہاں یہ کرلو کہ ایک سال جامعہ ڈابھیل جاکر افتاء کا کورس کرواور پھر یہاں آکر تدریس شروع کردو۔

طلب علم کا عجیب جذبہ

دورۂ حدیث کے سال میں میری بخاری شریف کی ایک بھی حدیث نہیں چھٹی تھی، ایک روز حضرت شیخ اجمیریؒ نے دوران درس مجھے مہتمم صاحب کے پاس کسی کام سے بھیجا میں یہ سوچتے ہوئے جلدی جلدی جارہا تھا کہ میری کوئی حدیث شریف چھوٹ نہ جائے، جب واپس آیا تو حضرت شیخ اسی حدیث پر کلام فرمارہے تھے۔

مفتی عبدالغنی صاحبؒ

میں نے مشکوۃ شریف اول اور مسلم شریف اول حضرت مفتی عبدالغنی صاحبؒ سے پڑھی، مسلم شریف کی میری کوئی حدیث نہیں چھوٹی تھی، پھر ہوا یوں کہ دارالعلوم سے ایک استاذ الگ ہوگئے ان کی جگہ حضرت مفتی اسماعیل صاحب کا تقرر ہوا، مجھے دفتر میں یہ معلوم کرنے کے لئے بلایا گیا کہ کس کتاب کے کہاں تک اسباق ہوئے ہیں، جب میں درس گاہ پہنچا تو درس شروع ہوچکا تھا، چنانچہ میری چند حدیثیں چھوٹ گئی، میں نے

حضرت الاستاذ سے درخواست کی کہ اس طرح میری چند حدیثیں چھوٹ گئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ بعد میں مجھ سے پڑھ لینا، اس وقت ششماہی امتحان قریب تھا، میں امتحان کی تیاری میں لگ گیا اور وہ حدیثیں رہ گئی، سالانہ امتحان چل رہا تھا حضرت مفتی عبد الغنی صاحبؒ ہمارا مسلم شریف کا پرچہ جانچ رہے تھے شب جمعہ تھی اسی شب میں حضرت الاستاذؒ اللہ کو پیارے ہوگئے، انتقال سے پہلے تک میرا پرچہ چیک کر چکے تھے مجھے ۵۱ نمبر دیئے تھے، حضرت خاموش مزاج تھے اور وقت کی بہت حفاظت کرتے تھے، اشرفیہ میں تقریباً ۴۸ سال تدریسی خدمت انجام دی اتنے سالوں میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ گھنٹی بجنے کے بعد مدرسے میں تشریف لائے ہوں، فرماتے تھے کہ گھنٹی تو طلباء کے لئے بجائی جاتی ہے، آپ کی عادت شریفہ تھی کہ درس گاہ میں داخل ہوتے ہی طلباء کو سلام کرتے تھے درس گاہ سے علاوہ بھی سلام میں خود ہی پہل کرتے تھے، بسیار کوشش کے بعد بھی کوئی شخص آپ سے سلام میں سبقت نہیں کر سکتا تھا، اخیری عمر میں لکڑی کے سہارے چلتے تھے اور سلام لکڑی اٹھا کر کرتے تھے، حضرت کے فتاوی بڑے جامع اور مختصر ہوتے تھے، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔

درس نظامی کی تمام کتب پڑھائی ہے....

فرمایا کہ سراجی میں نے حضرت مفتی یعقوب اشرف صاحبؒ سے پڑھی ہے، بعدہ فرمایا کہ میں نے درس نظامی کی تمام کتب پڑھائی ہے سوائے بوستاں، نور الانوار اور شرح وقایہ کے، ویسے شرح وقایہ تین روز پڑھائی ہے اور بخاری شریف وطن میں ایک ماہ

پڑھانے کا موقع ملا ہے۔

خصوصیات مشکوۃ

مشکوۃ شریف کے تعلق سے فرمایا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مشکوۃ شریف کا چھوٹا سا کتابچہ بنا کر سدا اسے اپنے جیب میں رکھوں، نیز فرمایا کہ ہندوستان میں صحاح ستہ سے پہلے مشکوۃ شریف پڑھانے کی ترتیب مسند الهند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قائم فرمائی تھی، نیز فرمایا کہ جس درجہ میں مشکوۃ شریف پڑھائی جاتی ہے اس درجہ کو موقوف علیہ کہتے ہیں، ایسا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کا سمجھنا موقوف ہے مشکوۃ شریف پر، فرمایا کہ جب میں مشکوۃ شریف کا درس دیتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ صحاح ستہ پڑھا رہا ہوں۔

تذکرۂ یوسف

حضرت مولانا یوسف بوڑھانویؒ سے میں نے بوستاں پڑھی ہے، جب میں ہدایہ میں تھا اس وقت حضرت کینیڈا تشریف لے گئے تھے، اشرفیہ میں بطور مدرس جب میرا تقرر ہوا تو حضرت نے مجھے مبارکبادی کا خط لکھا تھا اب بھی وہ خط میرے پاس محفوظ ہے، نیز فرمایا کہ ابتداء میں میرے پاس تقریباً وہی تمام کتب زیر درس رہی جو حضرت الاستاذ پڑھاتے تھے، حضرتؒ کو فارسی زبان میں خوب مہارت تھی،، جب وہ انجمن اصلاح الرسوم کے ذمہ دار تھے اس وقت ہر سال انجمن کی دس ہزار روپیئے کی کتابیں خریدتے تھے، انجمن کی پرانی کتابوں پر حضرت نے ہی نمبرات اور نام درج کیے

ہیں، اشرفیہ سے جتنی بھی گجراتی کتب چھپی ہیں وہ سب حضرت اور مولانا رجب صاحب ترکیسریؒ کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

میں نے تجوید کی کتاب بھی پڑھائی ہے

فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے تجوید کی کتاب پڑھانے کا موقع بھی عنایت فرمایا، قاری رشید احمد اجمیری صاحب دامت برکاتہم ۱۹۹۲ء میں افریقہ تشریف لے گئے تو ان کی تجوید کی کتاب مجھے دی گئی تھی۔

احتیاط

میں نے آج تک مدرسے کی کوئی چیز استعمال نہیں کی، نہ دھاگہ، نہ کاغذ کوئی شخص مدرسے میں تعویذ لینے آتا ہے تو اس وقت بھی میں اپنا ذاتی کاغذ استعمال کرتا ہوں، نیز فرمایا کہ کبھی مدرسہ پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے تو اس کے پیسے تنخواہ سے کٹوا لیتا ہوں۔

گلے کی آس

میں حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے ہمراہ مفتی لاجپوری کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا اتنے میں پانی کا گلاس آیا، گلاس دیکھ کر مولانا ابرار احمد صاحبؒ گویا ہوئے کہ گلاس کو گلاس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ گلے کی آس ہے۔

شیخ سے عقیدت اور ان کا ذکر خیر

رمضان المبارک کی تعطیلات میں بیرون ملک سے بھی دعوت ہوتی ہے، لیکن

ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی خانقاہ کا نظام سنبھالنا ہوتا ہے اس لئے میں کہیں نہیں جاتا ،حضرت مجھ سے فرماتے بھی ہیں کہ تو ہوتا ہے تو مجھے سفر میں اطمینان رہتا ہے،تو اچھی طرح سے نظام چلاتا ہے، میرے حضرت مجھ سے بہت محبت فرماتے ہیں جب بھی سفر پر جاتے ہیں یا سفر سے واپسی ہوتی ہے تو مجھے فون یا پھر میسیج کرتے ہیں، حضرت فرماتے بھی ہیں کہ دل یہ چاہتا ہے کہ ہر سفر میں تجھے ساتھ رکھوں، لیکن کیا کروں آپ الگ جگہ خدمت انجام دیتے ہیں میں الگ جگہ پھر آپ کے یہاں کا نظام بھی الگ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ایک جگہ سے تقاضہ آیا ہے کہ ہمیں ایسا بندہ چاہئے جو مدرسہ کا نظام بھی سنبھال سکے اور بخاری شریف بھی پڑھا سکے، میری نظر میں آپ اس کے اہل ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ؟ حضرت نے فرمایا کہ میری رائے ہے، اس پر میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر دور جانا نہیں چاہتا، حضرت نے فرمایا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس ہی رہو، یہ تو ایک تقاضہ آیا تھا جو آپ کے ساتھ شیئر کیا۔

ایک جگہ پر میں حضرت کے ساتھ دستر خوان پر موجود تھا، دستر خوان پر جھینگا بھی تھا، حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تم اسے کھاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ خرید کر تو نہیں کھاتا البتہ کہیں دعوت میں دستر خوان پر جھینگے ہو تو کھا لیتا ہوں، پھر فرمایا کہ اب احتیاط کرتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب کا مزاج ہے کہ چھوٹے جب کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو خوب ہمت افزائی فرماتے ہیں یہی بڑے لوگوں کی پہچان ہوتی ہے، فرمایا کہ نشاط سوسائٹی میں حضرت دامت برکاتہم نے جب اعذار کی وجہ سے درس قرآن کا سلسلہ موقوف کیا تو اپنا جانشین مجھے منتخب کیا اور آخری مجلس میں فرمایا کہ حضرت مفتی کلیم صاحب کو تفسیر پر مجھ سے زیادہ عبور حاصل ہے وہ مجھ سے اچھی تفسیر کرتے ہیں نیز گذشتہ کئی سالوں سے یہ اپنے مدرسے میں تفسیر پڑھا بھی رہے ہیں اس طرح کے کلمات ارشاد فرما کر میری خوب حوصلہ افزائی کی، حضرت اقدس کا سالہا سال سے معمول ہے کہ ہر جمعہ کو قریب گیارہ بجے مدرسے کی مسجد میں پہنچ جاتے ہیں اور صلوۃ التسبیح اور سورۂ کہف وغیرہ پڑھتے ہیں، حضرت کو دیکھ کر کئی طلباء نے بھی اس کو اپنا معمول بنالیا ہے۔

معمول

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تیس سال سے میرا معمول ہے کہ رات کو سوتے وقت دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھ کر سوتا ہوں، اس روز سے میرا بھی معمول ہے کہ میں بھی یہ عمل کر کے سوتا ہوں اور ساتھ دو رکعت تہجد کی نیت سے بھی پڑھ لیتا ہوں، اگر صبح صادق سے پہلے آنکھ کھل جاتی ہے تو اس وقت مزید کچھ رکعت بہ نیت تہجد پڑھ لیتا ہوں۔

حدیث شریف پڑھانے کی برکت

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کو شوگر کا مرض تھا، جب کوئی حضرت

سے ملاقات کرتا اور خیریت دریافت کرتا کہ طبیعت کیسی ہے؟ تو حضرت فرماتے شوگر میں اللہ کا شکر ہے، حضرت جب کبھی آئینہ دیکھتے تو اپنا چہرہ کھلا ہوا ہوتا، فرماتے تھے کہ میں ہائی شوگر کا مریض ہوں پھر بھی میرا چہرہ کھلا ہوا ہے یہ حدیث شریف پڑھانے کی برکت ہے۔

مقصد سے لگن

میں نے آٹھ سالہ دورطالب علمی میں گجرات کے کسی مدرسہ کو نہیں دیکھا تھا سوائے جامعہ ڈابھیل کے وہاں پر عربی چہارم کے سال میں کسی کام سے جانا ہوا تھا، دورطالب علمی میں میں نے راندیر کی تمام مساجد کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

وقت کی قدر

میں نے دورطالب علمی میں کبھی وقت کھیل کود میں ضائع نہیں کیا، تقریباً دو سال تک میں نماز عصر کے بعد نگینہ مسجد میں قاری محمد حسین صاحب راندیری کے پاس جا کر قراءت سبعہ پڑھتا رہا، نیز فرمایا کہ طلباء کے لئے جو امور مانع علم ہے وہ ہے آپس کی دوستیاں، کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا، اچھے اچھے کپڑوں کا شوق، موبائل کا استعمال، چائے نوشی، سگریٹ نوشی، اور تمباکو کا سیون وغیرہ طلباء کا ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے۔

بہترین ساتھی

طالب علم کا بہترین ساتھی کتاب ہے، یہ ساتھی بے غرض ہے، ورنہ عام طور پر جن

ساتھیوں سے دوستی ہے وہ غرض کی ہوتی ہے، ہر طالب علم یہ سوچے کہ میں مدرسہ میں اکیلا ہوں۔

فتاوی رحیمیہ کی تیاری

افتاء سے فراغت پر میں نے مادر علمی میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا تھا،اس وقت تک فتاوی رحیمیہ کی ٦ جلدیں چھپ چکی تھی، میں نے اسی سال فتاوی رحیمیہ کی ساتویں جلد مکمل کی تھی اور بہت جلد تیار کرلی تھی، نیز فتاوی رحیمیہ کی نویں جلد کا اکثر حصہ بھی میں نے ہی تیار کیا تھا۔

مومن کی دل جوئی بھی نیکی ہے

مسجد انوار نشاط سوسائٹی میں ایک شخص مجھ سے کہنے لگا کہ میرے ساتھ میرے گھر چلئے میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ ابھی میں مشغول ہوں پھر کسی وقت حاضری دوں گا ان شاء اللہ،تو وہ دوکان پر گیا اور سیو کی تھیلی لے کر آیا جس کو چھوٹے بچے کھاتے ہیں، چونکہ ہدیہ لینا سنت ہے میں نے بنیت سنت قبول کیا اور اسی کے سامنے اس میں سے تھوڑا بہت کھایا بھی تا کہ اس کا دل خوش ہو جائے۔

مطالعہ

شادی سے پہلے خوب مطالعہ کرتا تھا اور رات دیر تک مطالعہ کرتا رہتا تھا،شادی کے بعد مشغولیت بڑھ گئی جس کی وجہ سے مطالعہ پر بھی اثر ہوا اب پہلے جتنا مطالعہ نہیں کر پاتا،شادی سے پہلے جو مطالعہ کیا تھا وہ اب فائدہ دے رہا ہے، ویسے اب لوگ بھی

مطالعہ نہیں کرنے دیتے جہاں ذرا فری ہوئے کہ لوگ دعا کرانے،تعویذ لینے،مصالحت کرانے لے جاتے ہیں۔

کبھی کبھی دل دگی کی باتیں بھی کرتے تھے

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے وعظ میں جنت کی حوروں کا تذکرہ کیا،وعظ میں ایک بڑے میاں بھی موجود تھے،وعظ سن کرانہوں نے روزانہ باآواز بلند یہ دعا کرنا شروع کردیا کہ الٰہی ! آپ جنت میں جوستر حوریں دیں گےتو ان میں سے انہتر جنت میں دینا ایک اس جہان میں دیدے،ان کے محلے میں ایک مسخرہ بھی رہتا تھا اس کو اس دعا کا علم ہوا تو اس نے یہ کیا کہ ان کے دعا کرنے کا جو ٹائم تھا اس وقت وہ ان کے مکان کی چھت پر جا بیٹھا جیسے ہی بڑے میاں نے دعا مانگنا شروع کیا مسخرہ نے لڑکی کی آواز بنا کر کہا کہ اللہ نے آپ کی دعا سن لی ہے اور مجھے جنت سے آپ کے مکان کی چھت پر اتارا ہے آپ دعا چھوڑ کر اوپر تشریف لے آیئے،بڑے میاں نے فوراً دعا ختم کی اور چھت پر جا پہنچے،مسخرہ کو چھت سے اتار کر مکان میں لے آئے اس سے معانقہ کیا اور کچھ حرکت شروع کی،بستر پر گئے اور اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو پہچان گئے کہ یہ تو مرد ہے اور گجراتی زبان میں یوں گویا ہوئے کہ aa to na hoor che,na huro che,balke kasam bhai no nuro che

مہارت

فرمایا کہ استاذ محترم مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم کا فارسی کا درس ایک

زمانے سے مشہور ہے، حضرت کو زبان فارسی پر خوب مہارت حاصل ہے، ایک مرتبہ دار العلوم میں ایران سے ایک وفد آیا اور حضرت کی درس گاہ کے طلباء سے فارسی میں گفتگو کی وہ حضرات ان کی فارسی سے بڑے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ جب تلامذہ اتنی اچھی فارسی بول رہے ہیں تو استاذ کی فارسی کتنی اچھی ہوگی۔

دھن

مولانا ادریس کاندھلویؒ نے اپنے مکان کے تین کونے میں اس طرح کتابیں رکھی ہوئی تھی کہ ایک کونے میں حدیث پاک کی کتابیں، دوسرے میں تفسیر کی کتب اور تیسرے میں فقہ کی کتابیں اور چوتھے کونے میں چولہا رکھا تھا، اگر کسی ایک کونے میں مطالعہ کرتے ہوئے اکتاہٹ محسوس ہوتی تو دوسرے کونے پر تشریف لے جاتے وہاں بھی جب یہی کیفیت محسوس کرتے تو تیسرے کونے میں تشریف لے جاتے وہاں بھی جب سابقہ کیفیت محسوس ہوتی تو چوتھے کونے میں جا کر چائے پکاتے اور چائے نوشی کے بعد دوبارہ مطالعہ کا آغاز کرتے اس طرح پوری شب مطالعہ میں گذار دیتے تھے۔

آدھا مولوی

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو عالم حافظ نہ ہو وہ آدھا مولوی ہے۔

خودداری

مولوی کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے، لیکن ہمیں اس طرح رہنا چاہئے

کہ کوئی ہمیں محتاج نہ سمجھے، ایسے رہے کہ اللہ تعالی نے بہت دیا ہے کیونکہ علم سے بڑھ کر کیا دولت ہوسکتی ہے، قناعت اصل مالداری ہے، ورنہ انسان تو لالچی ہے کہ سات زمینیں بھر کر سونا دیدیا جائے تب بھی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔

جملے کی جامعیت

حضرت شیخ اجمیریؒ ڈابھیل جامعہ کی مجلس شوری کے رکن تھے، آپ کی بات فیصلہ کن ہوا کرتی تھی، اس وقت جامعہ کے مہتمم تھے حضرت مولانا سعید بزرگ صاحبؒ، وہ اصول کے بڑے پابند تھے، ایک طالب علم کا مدرسہ سے اخراج ہوگیا تھا، وہ حضرت شیخ کے پاس سفارش نامہ لکھوانے آیا، حضرت شیخ نے صرف ایک جملہ لکھا جملے کی جامعیت دیکھئے، لکھا کہ طالب علم واقعی مجرم ہے لیکن آپ کا عفو اس کے جرم سے بڑھا ہوا ہے۔

اہم ملفوظ

شیخ اجمیری فرماتے تھے کہ علماء ی فتنوں کے رافع یعنی ابھارنے والے اور فتنوں کے دافع یعنی دور کرنے والے ہوتے ہیں۔

مرض کی تشخیص

جب میں دورۂ حدیث کے سال میں تھا اس وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹر ابوحامد دارالعلوم میں تشریف لائے تھے، ان کا بیان رکھا گیا تھا بیان میں سورت کے ٹیچر اور پروفیسر حضرات کو بھی موجود تھے، بیان میں انہوں نے ایک بات یہ کہی تھی کہ مسلمانوں کے بچے آج کل ذی استعداد اس لئے نہیں رہے کہ انہوں نے راتوں کو جاگ

کر محنت کرنا ترک کر دیا ہے۔

اساتذہ کی گستاخی علم سے محرومی کا سبب ہے

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب نے خود اور میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے مجھے علم حدیث پڑھایا ہے، میں کسی اور کے پاس نہیں پڑھا، وجہ اس کی یہ تھی کہ والد صاحب فرماتے تھے کہ تو کسی استاذ کی گستاخی نہ کر دے اور گستاخی کرنے والا علم حدیث سے محروم رہتا ہے، اور اپنے پاس حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس پڑھانے کی وجہ یہ بیان کی کہ میری گستاخی کی تو تو جرأت نہیں کرے گا بحیثیت والد ہونے کے اور مولانا خلیل احمد صاحب تیرے شیخ ہے۔

وساوس شیطانی سے بچنے کے نو نسخے

فرمایا کہ ابن قیمؒ نے شیطان کے وساوس سے بچنے کے نو نسخے بیان کئے ہیں۔

(۱) تعوذ کا ورد رکھنا قرآن کریم میں ہے ”**واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ بالله**،، جب تم شیطان کے نرغے میں پھنس جاؤ تو تعوذ پڑھ لیا کرو۔

(۲) معوذتین کا اہتمام، حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو سوتے وقت معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرتے تھے، آپ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو ہر فرض نماز کے بعد اس کے پڑھنے کی تلقین کی تھی۔

(۳) آیۃ الکرسی کا اہتمام، شیطان نے خود حضرت ابو ہریرۃؓ سے کہا تھا کہ میں آیۃ الکرسی پڑھنے والے کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔

(۴) سورۂ بقرہ کی تلاوت، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، نیز فرمایا کہ جو شخص مکان میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتا ہے وہ گھر شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵) سورۂ بقرہ کی اخیری دو آیات کی تلاوت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے وقت سورۂ بقرہ کی اخیری دو آیات کی تلاوت کرے گا وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۶) سورۂ حم والمومن اور آیت الکرسی کا اہتمام ایک روایت میں ہے کہ جو شخص حم والمومن کو والیہ المصیر تک اور ساتھ میں آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھے تو شام تک اور شام کو پڑھے تو صبح تک شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۷) چوتھے کلمے کا ورد، حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص اس کلمے کو روزانہ سو مرتبہ پڑھتا ہے اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پڑھنے والے کی ہر مکروہ چیز سے حفاظت کی جاتی ہے اور کوئی دوسرا شخص زیادہ عمل کرنے والا نہیں ہے مگر جو اس کو زیادہ پڑھے اور جو شخص فجر اور مغرب بعد اپنے پیروں کو موڑے بغیر دس مرتبہ پڑھے گا تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب دس گناہ معاف اور دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی ہر مکروہ چیز سے حفاظت ہو جاتی ہے اور یہ کلمہ اتنا مفید ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے سے جادو وغیرہ سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔

(۸) ذکراللہ کی پابندی۔ اللہ کا ذکر یہ ہتھیار ہے جو شیطان کے وساوس اور اثرات سے حفاظت کرتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ شیطان آدمی کے دل کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھتا ہے پھر جب وہ بندہ ذکراللہ کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب بنی آدم اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو دل میں وساوس ڈالتا ہے۔

(۹) وضو اور نماز، روایت میں ہے کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اسی طرح نماز کے ذریعے بھی شیطان کے وساوس سے حفاظت ہو جاتی ہے، اس لئے ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت ڈالے اور نفلی نماز کا بھی اہتمام رکھے۔

قیمتی بات

حضرت موصلی فرماتے تھے کہ اگر مریض کو کھانا پینا اور دوائی نہ دی جائے تو وہ مر جائے گا، اسی طرح اگر انسان کے پاس تین دن تک علم وحکمت کی بات نہ پہنچے تو اس کا دل مر جاتا ہے۔

ریح اور ریاح کا فرق

قرآن کریم میں ریح کا اطلاق عذاب والی ہوا پر کیا گیا ہے، اور ریاح کا اطلاق اس ہوا پر کیا گیا ہے جو بارش سے پہلے اللہ تعالی کی طرف سے بارش کی خوش خبری دیتی ہے، انسان اگر قبلے کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور ہوا قبلے کی طرف سے آئے تو اس ہوا کو باد صبا کہتے ہیں، اور جو ہوا پشت کی جانب سے آئے اس ہوا کو دبر کہتے ہیں، قوم عاد پر جو عذاب آیا تھا وہ ہوا پشت کے پیچھے سے آئی تھی اور غزوۂ خندق کے موقعہ پر جو ہوا آئی

تھی قبلے کی جانب سے آئی تھی جس نے دشمنوں کے خیمے اکھاڑ دیئے تھے وہ بادصبا تھی۔

اہل گودھرا کی پہچان

اہل گودھرا کے تعلق سے فرمایا کہ گودھرا والے خدمت گذار، مہمان نواز، علماء نواز اور جفاکش ہیں یہ ایسی خوبیاں ہیں جو بیک وقت بہت کم قوموں میں ہوتی ہیں، رفیق مکرم مولانا عبدالستار گودھروی تحریر کرتے ہے کہ ایک مرتبہ میں کوکن کے سفر میں حضرت الاستاذؒ کے ساتھ تھا، اہل کوکن بستی سے دور استقبال کے لئے تشریف لائے، اس موقعہ پر حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ یہ صفت یعنی علماء اور اساتذہ کے استقبال کے لئے آنا اہل گودھرا اور اہل کوکن میں دیکھی، اہل گودھرا کے تعلق سے فرمایا کہ جب بھی گودھرا آنا ہو تو دو پیٹ لے کر آنا پڑتا ہے گودھرا والے کھلاتے بہت ہیں۔

اہل گودھرا کے تعلق سے احقر نے لکھا ہے کہ ؎

گودھرا کی جو سرزمیں ہے
یہ علم دیں کی امیں ہے
اہل دیں سے رکھتے محبت
یہاں کے سب مکیں ہے
امیر وغریب سب دل کے غنی ہے
اہل علم کی یہاں نہ کوئی کمی ہے
مساجد سب یہاں کی

خوبصورت اور حسین ہے

محبت اہل اللہ ان کے دل میں بسی ہے

سنت رسول چہرے پہ ان کے سجی ہے

اہم وظیفہ

حضرت نے طلباء کو اپنا نیا مکان دکھایا، کسی نے عرض کیا کہ حضرت! دعا کیجئے اللہ تعالی ہمیں بھی ایسا وسیع اور کشادہ مکان عطا فرمائے،اس پر فرمایا کہ دوران وضو یہ دعا ''اللھم اغفر لی ذنبی،ووسع لی فی داری،وبارک لی فی رزقی ،، پابندی سے پڑھتے رہو۔

حضرتؒ کے تعلق سے مختلف اشعار

ہو رہی ہے آنکھیں پرنم

رہے گا دل کو ان کی جدائی کا غم
ہے مجھے یقیں نہ ہوگا کبھی یہ کم
سوچ کر ان کی شفقتیں
ہو رہی ہے آنکھیں پر نم
کبھی سوچا بھی نہ تھا ہم نے
کہ چل دیں گے اتنا جلد ملک عدم
رہے گی یاد سدا ان کی باتیں
نہ بھولیں گے اس کو کبھی ہم
دکھے دل سے کی ہے
سلام نے یہ چند سطور رقم
برستی رہے تربت پہ ان کی
رحمت الٰہی ہر گھڑی ہر دم

استاذ محترم چل دیئے

آیا وقت اجل چل دیئے
استاذ محترم تو چل دیئے

کہہ رہے ہیں طالب سبھی
ہمیں چھوڑ کر کہاں چل دیئے

تا عمر کی خدمت دیں
خدمت دیں کرتے کرتے چل دیئے

مادر علمی کی نظر ہر پل کیئے
آئی رکاوٹ تو مسئلے حل کیئے

نسبت دیں پر کئی سفر کیئے
شب و روز اسی دھن میں بسر کیئے

تھا ماہ مبارک کا انتظار
رب سے ملاقات کو تھے بے قرار

آیا ماہ مبارک اور چل دیئے
استاذ محترم بہت جلد چل دیئے

چاہنے والوں کو دے کے غم
آنکھوں کو کر کے پر نم

سدا کے لئے چل دیئے

استاذ محترم بہت جلد چل دیئے

قابل رشک موت

تدریس ان کا شوق تھا

چہرہ بڑا بارعب تھا

تربیت پہ رہتی سدا نظر تھی

اتنا جلد چل دیں گے کسے خبر تھی

آتی رہے گی سدا یاد ان کی

رہے گی یاد ہمیں بات ان کی

کرے گا ان پر سدا فخر راندیر

کریں گے اہل بستی یاد تا دیر

کہتے سنے گئے یہ بات بھی اہل راندیر

خدا سب کو عطا کرے ایسا خاتمہ بالخیر

بوقت مرگ روز جمعہ و ماہ رمضان تھا

ایسی موت پہ رشک کر رہا ہر مسلمان تھا

جنازے میں خوب ہجوم تھا

چہرہ حضرت کا بڑا پرسکون تھا

سلام اہل عقیدت اب یہ کام کیا کرے

رفع درجات کی دعا صبح و شام کیا کرے

باغ اشرف آج غمگین ہے

باغ اشرف آج غمگین ہے
حادثہ بڑا سخت و سنگین ہے
چل بسے مفتی کلیم ہے
جو بڑے عالم دین ہے
باغ اشرف میں بسر
ہوئے جن کے رات دن ہے
کر رہے ان کو یاد
یہاں کے مکان و مکین ہے
گلشن اشرف کے آپ وفادار تھے
اس کے عظیم سپہ سالار تھے
علم دین کے خوب قدردان تھے
طلباء پہ بے حد مہربان تھے
کرے ذکر ان کی کون کونسی ادا
چھائی ہے ہر سو غم کی گھٹا
آرہی گلشن سے اک یہی صدا ہے
کلیم کیوں ہوگیا تو ہم سے جدا ہے

ہر اشک سے آنسوں رواں ہے
شیخ ہو کہ ہو کوئی جواں ہے
مادر علمی کو رہا ان پہ ناز ہے
وہ بھی غمگین بڑی آج ہے
باغ اشرف کا ہر فرد غمگین ہے
حادثہ بڑا سخت و سنگین ہے

کرتے گفتگو بڑی پیاری تھے
طلباء کی کرتے دلداری تھے
تھے کئی خوبیوں کے مالک
اور ہر تکلف سے عاری تھے

تھی طبیعت بڑی نفیس ذوق تھا اعلی
شفقتیں آپ کی نہ بھولیں گے ہے یہ وعدہ
کی بندے نے آپ سے حاصل
اشرفیہ میں تعلیم تجوید باقاعدہ

قاری یونس صاحب لمباڈا نور اللہ مرقدہ سابق استاذ تجوید دار العلوم اشرفیہ راندیر

ہوگئی آنکھیں نمناک

سنی جیسے ہی خبر غمناک
ہو گئی فوراً آنکھیں نمناک
دی مادر علمی میں حضرت نے
طویل عرصہ دینی خدمت انجام
دفعۃ آپ کی رحلت پر
ہے مجروح سب کے جذبات
ہوتے تھے معلومات سے پر
استاذ مرحوم کے اسباق
تھا مشروب پینے کا
بڑا ہی پیارا اور انوکھا انداز
ہے دعا سلام کی حق تعالی سے یہی
کرے خلد میں حضرت کے بلند درجات

تفصیلات

اسم۔(قاری) یونس لمباڈا

وطن۔پانولی، گجرات، انڈیا

تعلیم۔دارالعلوم اشرفیہ، راندیر

تدریس۔دارالعلوم اشرفیہ، راندیر

انتقال۔اگست ۲۰۲۲ء

نماز جنازہ۔حضرت مفتی کلیم صاحبؒ نے پڑھائی

تدفین۔پانولی کے قبرستان میں عمل میں آئی

ذوق نفیس کے مالک تھے

بندے نے دارالعلوم اشرفیہ میں آپ سے تجوید کی تعلیم حاصل کی، آواز بڑی نفیس اور پیاری تھی، علمی استعداد ٹھوس تھی، مقدمہ جزری کا درس خوب مقبول تھا، درسی گفتگو کا ایک منفرد انداز تھا، طلباء اس دن کا انتظار کرتے تھے جس دن کتاب کا سبق ہونا ہوتا تھا، تدریس میں زیادہ پٹائی کے قائل نہیں تھے، حتی الامکان پٹائی سے پرہیز کرتے تھے، طبیعت میں خوب نفاست تھی، عمدہ لباس اور عمدہ جوتے پہنتے، اعلی خوشبو کا استعمال کرتے، عینک بھی ان کے مزاج کی عکاسی کرتی تھی، چکوڑ ٹوپی استعمال کرتے تھے، خداری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، جو کہنا ہوتا منہ پر کہہ دیتے تھے، دنیوی فنون کے حصول کے قائل ہی نہیں بلکہ اس جانب کچھ خاص طلباء کو متوجہ بھی کرتے تھے، چاہتے

تھے کہ طلباء علم دین کے ساتھ دنیوی فنون بھی حاصل کرے،حالات حاضرہ پر بھی نظر رکھتے تھے،دوران درس پانی پینے کی عادت تھی،پانی کا گلاس کھلا نہیں چھوڑتے تھے،گلاس پر ڈھکن رکھتے تھے،دو پہر میں روزانہ چائے نوشی کی عادت تھی،ہر تھوڑی دیر بعد داڑھی کو سنوارتے کبھی کنگھی سے تو کبھی اپنے ہاتھ سے،الغرض!ایک خاص قسم کے مزاج کے مالک تھے،انتقال سے کچھ سال پہلے کچھ گھریلو وجوہات کی بنا پر تدریس کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور اپنے آبائی گاؤں میں دوکان چلاتے تھے۔

خوشبو کو پسند فرماتے تھے

پاکیزگی،ستھرائی،شائستگی اور نفاست کی مسلمہ اقدار اس وقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں جب ہم انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں پاتے ہیں،حیات مبارکہ کا ہر گوشہ پاکیزگی اور شائستگی سے عبارت ہے۔

پھیلے ہوئے جہاں میں ہیں انوار آپ کے
دائم مہک رہے ہیں چمن زار آپ کے

اسی خوش طبعی اور نفاست کا اثر تھا کہ آقا خوشبو کو پسند کرتے تھے،حالانکہ آپ کے جسم مبارک سے نکلنے والا پسینہ بذات خود معطر ہوتا تھا،شاعر کہتا ہے ؎

ایسی خوشبو چمن کے گلوں میں کہاں
جو نبی کے پسینے میں موجود ہے
جس نے لاکر کلام الٰہی دیا

وہ محمد مدینے میں موجود ہے

حافظ ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ خوشبو آقا کی پسندیدہ ترین اشیاء میں سے تھی، اسے صحت کی حفاظت اور غموں کے دور کرنے میں بھی اثر ہے (زاد المعاد ص۳۰۹ ج۴) خوشبو دوسروں کے لئے راحت کا سبب بنتا ہے، خوشبو کے ذریعے آدمی کو خود بھی اور دوسروں کو بھی ایک خوشگوار احساس ہوتا ہے، خوشبو وہ چیز ہے کہ جسے آقا نے تمام نبیوں کی سنت بتایا ہے، عن ابی ایوبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من سنن المرسلین الحیاء، والتعطر، والسواک، والنکاح (ترمذی)

پانی پینے کے آداب

علماء نے احادیث کی روشنی میں پانی پینے کے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں جو اس طرح ہیں

(۱) پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

(۲) تین سانس سے پینا

(۳) ہر مرتبہ ابتدا میں بسم اللہ اور انتہا میں الحمد للہ کہنا

(۴) بیٹھ کر پینا

(۵) پانی پینے سے قبل برتن کو دیکھ لینا

(۶) برتن میں سانس نہ لینا

(۷) داہنے ہاتھ سے پینا

(۸) پانی چوس کر پینا، غٹ غٹ جانور کی طرح اتارنا مکروہ ہے

(۹) گلاس یا پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصہ کی طرف سے نہ پینا

(۱۰) پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا الحمدلله الذی سقانا عذبا فراتا برحمته ولم یجعله ملحا اجاجا بذنوبنا

عن ابی الحسین ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا شرب احدکم فلیمص مصا ولا یعب عبا فان الکباد من العب (الاداب للامام البیهقی رقم ۴۴۴) آقا کا ارشاد ہے کہ جب تم پانی پیو تو چوس کر پیو، غٹ غٹ مت پیو اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہے، حضرت الاستاذ کی عادت پانی کو چوس چوس کر پینے کی تھی، اس طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے، حضرت الاستاذ درس گاہ میں عام طور پر اسی طرح پانی نوش فرماتے تھے، اور مذکورۂ بالا تمام عادات کا خوب خیال رکھتے تھے۔

چائے نوشی کا منفرد انداز

چائے ایسا مشروب ہے جس کا استعمال ہمارے اکابر کے یہاں بھی خوب رہا ہے، احقر کی ایک رباعی ہے۔

رکھتے ہم یہی رائے ہے

سب سے عمدہ مشروب چائے ہے

چائے سے ہوتی سستی دور ہے

دیکھ اسے رخ پہ آجاتا نور ہے

چائے پینے کا انداز منفرد تھا، چائے کا ایک ایک گھونٹ چوس چوس کر پیتے تھے چھوٹا سا چائے کا گلاس ختم کرنے میں کافی وقت صرف ہوتا تھا۔

منصب امامت

تدریس کے ساتھ راندیر کی ایک مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیئے، نیز عطر کی تجارت بھی کرتے تھے، دار العلوم میں اکثر طلبہ آپ ہی سے عطر خریدتے تھے، fawakih عطر مشہور تھا۔

شیخ اجمیریؒ سے خوب عقیدت تھی

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی، درس میں موقع محل کے اعتبار سے شعر بھی سناتے تھے، برکۃ العصر حضرت شیخ اجمیریؒ سے خوب عقیدت تھی، ان کا ذکر کرتے یا سنتے تو جھوم جاتے تھے، شیخ اجمیریؒ کی وفات پر ایک منظوم کلام بھی تحریر کیا تھا اس کا کچھ حصہ حاضر خدمت ہے۔

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

زمانے میں تھی جس کی شہرت دوامی
وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
ان ہی کی یہاں آمد کے فیض و اثر سے
کہ چمکا ہے گجرات ان ہی کی نظر سے
وہ خلق مجسم محبت کا حامی

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

وہ عاشق خدا کا محمد کا عاشق

وہ قرآں کا عاشق حدیثوں کا عاشق

کہ عاشق تھی جن کی ساری خدائی

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

کہ وہ جن کا بچپن اور پیرانہ سالی

اسی دن کو وقف جن کی جوانی

وہ حسن سراپا وہ ہم سب کا والی

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

امیر و غریب ان کے در کے بھکاری

وہ اک ذت تھی ہم میں سب سے نرالی

ہمیں چھوڑکر تم کہاں چل دیئے ہو

نہیں دل بہلتا ہمارا کسی سے

یتیم ہم ہوئے کوئی ہم کو سنبھالے

ہمیں کوئی اٹھائے ہمارا ہو حامی

روحانی پدر چھوڑ گئے دار فانی

وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

سبھی کی زباں پر ہے یہ اسم گرامی
اے شیخ اجمیری اے شیخ اجمیری
ہر اک لبوں پر ہے ان کی ہی کہانی
وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی
خدا اس چمن کو بھی آباد رکھے
اسے ہر طرح سر سبز و شاداب رکھے
خدا کی ہزاروں ہوں رحمت ان پر
خداکے کروڑوں ہوں لطائف ان پر
خدا ان کے روضے کو کردے نورانی
وہ اک ذات تھی ہم میں سب سے نرالی

دوران درس سنے ہوئے چند اشعار

چل کہیں اور چل

اے مرے ہم نشیں چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گزارا نہیں
بات پھولوں کی ہوتی تو سہہ لیتے ہم
اب تو کانٹوں پہ بھی حق ہمارا نہیں
آج آئے ہو تم کل چلے جاؤ گے
یہ محبت کو اپنی بالکل گوارا نہیں
عمر بھر کا سہارا بنو تو بنو
دو گھڑی کا سہارا تو کوئی سہارا نہیں
دی صدا دار پر اور کبھی طور پر
کس جگہ میں نے تم کو پکارا نہیں
ٹھوکریں یوں کھلانے سے کیا فائدہ
صاف کہدو کہ ملنا گوارا نہیں
جب بھی اہل چمن کو ضرورت پڑی
خون ہم نے دیا گردنیں پیش کیں
پھر بھی کہتے ہیں ہم سے یہ اہل چمن

یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں
ظالموں اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہوں
دور بدلے گئے یہ وقت کی بات ہے
وہ یقیناً سنے گا صدائیں مری
کیا تمہارا خدا ہے ہمارا نہیں
جانے کس کی لگن کس کی دھن میں مگن
ہم کو جاتے ہوئے مڑ کے بھی دیکھا نہیں
ہم نے آواز پر ان کو آواز دی
پھر بھی کہتے ہو ہم نے پکارا نہیں

(قمر جلالوی بتغیر)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تری رضا کیا ہے

(اقبال)

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں یہ کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا مرے لئے ہے

(محمد علی جوہر)

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

(امیر مینائی)

انتقال

عمر کچھ زیادہ نہیں تھی مگر بات وہی ہے کہ آدمی جتنی عمر لے کر آیا ہے اس کے ختم ہوتے ہی سفر آخرت طے کرنا ہوتا ہے، جنازے میں لوگوں کا ہجوم اُمڈ آیا تھا، نماز جنازہ استاذ مرحوم حضرت مفتی کلیم صاحب نے پڑھائی تھی، گاؤں کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

دلوں میں بسنے والے پھولوں کے مانند ہوتے ہیں دنیا سے چلے بھی جائیں

تو پیچھے یادوں کی خوشبو چھوڑ جاتے ہیں۔

تھی دل میں کچھ یادیں رقم کردی
اور آپ قارئین کی نذر کردی
آئے بات کوئی پسند تو دعا کیجئے گا
ہو سکے تو یہ عمل سدا کیجئے گا

(سلام لاجپوری)

انتباہ

آقا کا ارشاد ہے عیاں کرو
مرنے والے کی خوبیاں بیاں کرو

(سلام لاجپوری)

تحریر کو خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ کے ملفوظ پر ختم کرتا ہوں، فرمایا کہ بے عیب تو صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، نبی معصوم ہوتا ہے باقی کمی کوتاہی سے کون پاک ہوسکتا ہے مگر ہمیں اپنے مردوں کے محاسن بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔حدیث شریف میں ہے:

اذکروا محاسن موتاکم

اپنے موتی کے کمالات کا تذکرہ کروتا کہ عبرت حاصل ہو

دوسری روایت میں ہے تمہاری ساری چیزیں مردہ کے حق میں شہادت بن جائیں گی لہذا ہمیں چاہئے کہ ان کے محاسن ذکر کیا کریں، وفور محبت اور وفور جذبہ میں اگر مبالغہ بھی ہو تو حق تعالی سے امید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے، ویسے ہر حال میں چاہے غم ہو یا خوشی آدمی مکلّف تو اسی بات کا ہے کہ اعتدال کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

کون ہے جو خطا سے پاک ہے
وہ تو صرف خدا کی ذات ہے

بندے نے پوری کتاب میں اس کی بھرپور کوشش کی ہے کہ مبالغہ آرائی سے تحریر کو پاک رکھا جائے مگر بالآخر انسان ہوں ہوسکتا ہے کچھ مبالغہ آرائی ہوگئی ہوتو اللہ تعالی سے معافی کا خواستگار ہوں اللہ تعالی معاف فرمائے۔

جو یادیں تھیں دل میں رقم کردی
نہ چاہتے ہوئے بھی داستان محبت ختم کردی

(سلام لاجپوری)

گرچہ مرا یہ ہدیہ ناقابل منظور ہے
کرلے قبول تو تری رحمت سے کیا دور ہے
کرلے قبول مری کاوش یہی التجا ہے
ہاتھ پھیلائے سلام کی بس یہی استدعا ہے

نیک نہیں ہوں مگر نیکوں سے محبت رکھتا ہوں
ان کی برکت سے مجھے بھی کردے نیک یہ امید رکھتا ہوں
جو ہے بندے ترے نیک تو کرتا ہے ان سے پیار
اس گنہگار کا بھی کر تو ساتھ ان کے شمار

مئولف کی دیگر تالیفات

(۱) منتخب تقاریر۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۲) مجالس خطیب الامت۔ اول ودوم (مطبوعہ)

(۳) لطائف سورۂ یوسف۔ اول ودوم (مطبوعہ)

(۴) ملفوظات خطیب الامت۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۵) ارشادات خطیب الامت۔ جلد اول (مطبوعہ)

(۶) بچوں کے لئے احکام ومسائل (مطبوعہ)

(۷) مختصر تذکرہ وتعارف، حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیریؒ (مطبوعہ)

(۸) گلدستہ سعید یعنی حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کا کچھ ذکر خیر (مطبوعہ)

(۹) حمد ونعت کا گلدستہ (مطبوعہ)

(۱۰) میرے والد مرحوم کا کچھ ذکر خیر (غیر مطبوعہ)

(۱۱) شخصیات (منظوم) (غیر مطبوعہ)

(۱۲) دل کے احساسات (غیر مطبوعہ)

(۱۳) مدرسہ اسلامیہ لاجپور کے دس اساتذہ کا ذکر خیر (غیر مطبوعہ)